اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلہ

کتاب و سنت کا ترجمان علمی دعوتی و اصلاحی

المکرم

17

ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ
جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ
مارچ، اپریل، مئی 2013ء

مدیر
محمد عظیم حاصلپوری

معاون
مجیب الرحمٰن سیاف

سرپرست
چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ
حافظ اسعد محمود سلفی

بیاد
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مجلس ادارت
الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ
پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ
حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ
الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ
ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ
اساتذہ جامعہ ھذا
طلبا جامعہ ھذا
انتظامیہ جامعہ ھذا

فہرس

درس قرآن	عبدالوحید ساجد	۲
درس حدیث	رحمت اللہ شاکر	۳
أحکام ومسائل	محمد رفیق طاہر ملتان	۵
مرزا غلام احمد معمولی اخلاق.....	مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ	۲۲
حافظ عبدالمنان نورپوری	عبدالرحمٰن ضیاء جھنگوی	۲۷
محدثین، مفسرین...قرائے کرام	قاری عنایت اللہ ربانی	۳۹
تھے تو یہ آباء تمھارے ہی	عمر شہزاد	۴۵
پاکستان میں نفاذ شریعت کی ضمانت	سید رشید احمد لکھوی	۵۱
خودکشی اور اسلام	ابن بشیر الحسینوی	۵۷
اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگ	محمد عثمان فاروقی	۶۷
اپریل فول تاریخی جائزہ لمحہ فکریہ	محمد حسنین شاکر	۷۰
خواتین اسلام کو چند نصیحتیں	ابوعبدالرحمٰن حاصل پوری	۷۵

مجلہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے
www.almukarram.webs.com
Email: mukarram.grw@gmail.com

خط و کتابت
جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
0301-6131916/055-3846592
Hasalpuri@gmail.com

زرتعاون ——— 20 روپے

سرکولیشن مینیجر
حافظ عبدالقدیر
0308-6522441

www.Asslafia.com

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

نعمت سے محرومی ناشکری کا نتیجہ ہے

درسِ قرآن

عبدالوحید ساجد

﴿وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً قَرْیَۃً کَانَتْ آمِنَۃً مُّطْمَئِنَّۃً یَأْتِیْہَا رِزْقُہَا رَغَداً مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰہِ فَأَذَاقَہَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا کَانُواْ یَصْنَعُوْنَ﴾

’’اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی اطمینان والی تھی اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘ (النحل ۱۱۲)

اس سے اہل مکہ مراد ہیں کہ ان کے پاس ہر جانب سے پھل و اناج وغیرہ آیا کرتا تھا اور یہ سب امن وسکون کی زندگی بسر کرتے تھے۔ فقر وفاقہ نہ قتل وغارت کا خوف، ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے: ’’اور کیا ہم نے انہیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔ ہماری طرف سے روزی کے لیے۔‘‘ (القصص ۵۷) لیکن جب انہوں نے اللہ کی ناشکری کی اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ حالت بدل دی۔ اللہ کی نعمتیں تو بہت تھیں لیکن سب سے عظیم نعمت سیدنا محمد ﷺ کی بعثت تھی جس کا انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا۔ جہنم میں وہ داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔‘‘ (ابراھیم ۲۸، ۲۹)

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ناشکری کی وجہ سے بھوک مسلط کر دی خشک سالی نے ان کا برا حال کر دیا چمڑا اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے، بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو انہیں دھواں ہی دھواں نظر آتا۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

’’یہ ہم نے انہیں اس کا بدلا دیا جو انہوں نے ناشکری کی اور ہم یہ بدلہ نہیں دیتے مگر اسی کو جو بہت ناشکرا ہو۔‘‘ (السبا ۱۷) اللہ تعالیٰ ہمیں نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

فرمانِ نبوی ﷺ
رعایا پروری

رحمت اللہ شاکر
(مدرس جامعہ ھذا)

((عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُبَيْدَاللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلُ اِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيْثاً سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ))

''حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے اس مرض میں آئے جس میں ان کا انتقال ہوا تو معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول ﷺ سے سنی تھی آپ ﷺ نے فرمایا تھا جب اللہ کسی بندے کو کسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔'' (بخاری، الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح)

یہ حدیث ان حاکموں اور امراء کے لیے سخت وعید ہے جو اپنی رعایا کا خیال نہیں رکھتے ان پر ظلم وستم کرتے ہیں ان کے مسائل کو حل نہیں کرتے اور اپنی رعایا کی خبر گیری نہیں کرتے۔

حدیث کے الفاظ یسترعیہ اللہ رعیۃ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امارت، عہدہ اور حکومت کا سوال نہیں کرنا چاہیے، اگر کوئی ایسا شخص ہے تو اس کو امیر نہیں بنانا چاہیے۔

حدیث کے دوسرے حصے میں ہے کہ جو اپنی رعایا کی حفاظت نہیں کرتا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔طبرانی کی ایک روایت ہے کہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔دوسری روایت جس میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان کے معاملہ میں خیانت کرتا ہو اور اسی حالت میں مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردیتے ہیں۔ (بخاری ، الاحکام باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح)

رعایا کی خیر خواہی ایک حاکم اور صاحب سلطنت کا اولین فریضہ ہے رعایا کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے

لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے قتل ڈاکے چوری زنا جیسے جرائم کا خاتمہ کرے اور جرائم کے بارہ میں وارد شدہ حدود کا نفاذ کرے، بے حیائی کو پھیلنے سے روکے، مظلوم کی فریاد سنے، عوام الناس کیلئے اپنے دروازے کھلے رکھے فیصلہ کے وقت اپنی خواہش کی بجائے حق کے مطابق فیصلہ کرے اپنا ماتحت ان لوگوں کو بنائے جو کتاب وسنت سے آگاہ ہوں ذمہ دار رعایا کی بہتری کے لیے کوشاں ہوں پھر ایسے لوگ جب مسند عظمٰی پر بیٹھیں گے تو اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوگا۔ سختیاں آسانیوں میں تبدیل ہونگی۔ رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی پریشانیاں اڑان بھر جائیں گی خوشحالیاں ملک میں بسیرا کریں گی ہر سو شادمانیاں ہوں گی۔ اگر معاملہ کی نوعیت اس کے برعکس ہو رعایا کی خیر خواہی نہ ہو، عوام محفوظ نہ ہوں ہر ایک اپنی جان مال، عزت و آبرو کے لیے فکر مند ہو تو ایسے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''اے اللہ جو شخص میری امت کے کام میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنا پھر اس نے ان پر مشقت ڈال دی تو تو اس پر مشقت ڈال۔'' (مسلم ، الامارة، باب فضيلة الامير العادل وعقوبة الجائر۔۔)

امت مسلمہ پر ڈالی جانے والی مشقتیں جو حکمرانوں کی طرف سے ہیں بہت زیادہ ہیں چاہیے تو یہ کہ نبی ﷺ کی بددعا پڑھ سن کر عوام سے ظلم کا ہاتھ کھینچ لیں ان پر دست شفقت رکھیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ حکمرانوں کے پاس عوام الناس سے ملنے کے لئے وقت نہیں، عوام کیلئے داخلے کے دروازے بند ہیں اگر کسی طرح رسائی ہو بھی جائے تو کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں حتیٰ کہ دفاتر میں بیٹھے ہوئے کلرک کسی کی بات پر دھیان نہیں دیتے اپنی خوش گپیوں میں مصروف رہتے ہیں روزگار کی سہولت سے عوام کو محروم رکھا جاتا ہے بلکہ یہاں تک کہ پہلے سے جمع شدہ پونجی بھی عدالتوں، دفاتر اور سرکاری اداروں کے چکر کاٹتے ہوئے ختم ہو جاتی ہے۔ اپنے ذاتی کاروبار شروع کرنے ہوں تو سینکڑوں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔ اگر بیچارہ کوئی پولیس کے ہتھے چڑھ جائے تو صرف ملزم پر ہی مصیبتوں کے پہاڑ نہیں توڑے جاتے بلکہ گھر والوں کو بھی نشانہ بنایا جاتا ہے، بوڑھے ماں باپ اور کم سن بچے بھی تشدد سے محفوظ نہیں رہتے۔

فقہ وفتاویٰ

احکام و مسائل

ابوعبدالرحمٰن محمد رفیق طاہر ملتان

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیں۔ اور اب وہ اس پر نادم ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے جبکہ عدت بھی گزر چکی ہے۔ کتاب وسنت کی رو سے کیا اس کو رجوع کرنیکا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوھاب

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ :(البقرة:٢٢٩) طلاق دو مرتبہ ہے۔

لغت عربی میں لفظ مرة کا معنی دفعة بعد دفعة ہے۔ یعنی ایک کام کو کرنے کے بعد وقفہ کر کے پھر اس کام کو دوبارہ سرانجام دینا۔ یہی مفہوم قرآن حکیم کی اس آیت سے بھی واضح ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ۔(النور:٥٨)

”اے اہل ایمان! تمہارے غلام اور نابالغ بچے بھی تم سے تین دفعہ اجازت طلب کریں۔ نماز فجر سے قبل، جب تم ظہر کے وقت اپنا لباس اتارتے ہو، اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے لفظ مرات استعمال کیا ہے جو کہ مرة کی جمع ہے۔ اور پھر اللہ تعالی نے خود ہی اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تین مختلف اوقات بیان کیے ہیں جو کہ ایک

دوسرے سے کافی دور ہیں۔اور الطَّلاقُ مَرَّتَانِ میں لفظ مرتان استعمال ہوا ہے جو کہ مرة کا تثنیہ ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ طلاق دو مرتبہ وقفہ وقفہ کے ساتھ ہے جس کے بعد مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ پھر اگر تیسری دفعہ طلاق دے دے تو عورت اس مرد پر حرام ہو جائے گی۔ ہاں ایک صورت ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ معروف طریقے سے ہو جائے پھر آپس کی ناچاکی کی وجہ سے وہ دوسرا مرد بھی اس کو طلاق دے دیتا ہے یا وہ فوت ہو جاتا ہے تو یہ عورت عدت گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرواسکتی ہے۔(البقرة: ۲۳۰)

مگر بعض لوگوں نے آجکل حلالہ کا طریقہ رائج کر رکھا ہے کہ ایک مرد کے ساتھ عورت کا نکاح مدت مقررہ تک کے لیے کر دیا جاتا ہے پھر وہ اس مدت کے پورا ہونے کے بعد عورت کو طلاق دے دیتا ہے اور پھر پہلا خاوند اس سے دوبارہ نکاح کر لیتا ہے۔ یہ قطعاً جائز نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ))

”حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہو“

(سنن ابی داود :۲۰۷۶،ابن الجارود ۶۸۴)

لغت حدیث کی معروف کتاب النهاية فى غريب الأثر والحديث لابن أثير ۱/ ۴۳۱ میں حلالہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

(هُوَ أَنْ يُطَلِّق الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَيَتَزَوَّجُها رَجُلٌ آخرُ عَلَى شَرِيطَةِ أَنْ يُطَلِّقَها بَعْدَ وَطْئِها لتَحلَّ لِزَوْجِها الْأَوَّلِ)

”وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو اس عورت کے ساتھ دوسرا آدمی اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اس عورت سے جماع کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے گا تاکہ وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔“

احناف کی فقہی اصطلاح پر لکھی گئی کتاب القاموس الفقهى کے صفحہ ۱۰۰ پر مُحَلِّل (حلالہ کرنیوالا) کی یہ تعریف درج ہے:

((الـمُحَلِّلُ:هو المتزوج ثلاثا لتحل للزوج الأوّل وفی الحدیث الشریف لعن اللّٰه المحلِّل والمحلَّل له))

”مـحـلِّـل سے مراد وہ آدمی ہے جو تین دفعہ طلاق شدہ عورت سے شادی کرتا ہے تاکہ اس عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کردے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا جاتا ہے دونوں پر لعنت کرے۔“

لہذا حلالہ کا مروجہ طریقہ کار بالکل حرام ہے۔

اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کردیا جائے تو دو طلاقوں کے درمیانی وقفہ میں مرد کے لیے سوچ بچار کی جو مہلت تھی وہ ختم ہوجائے گی۔

امام الأنبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے:

(طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ أَخُو الْمُطَّلِبِ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيدًا قَالَ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا قَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلاَثًا قَالَ فَقَالَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ قَالَ فَرَجَعَهَا)

”رکانہ بن عبد یزید جو کہ مطلب کے بھائی ہیں انہوں نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں پھر اس پر شدید غمگین ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تو نے کیسے طلاق دی تھی اس نے کہا میں نے تین طلاقیں دی ہیں آپ ﷺ نے پوچھا ایک ہی مجلس میں؟ اس نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا بیشک یہ تو صرف ایک ہی ہے اگر تو چاہتا ہے تو رجوع کر لے (راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ) فرماتے ہیں انہوں نے رجوع کرلیا“

مسند أحمد (۲۳۸۳)أبو داود ، الطلاق ، باب فی البتة (۲۲۰۸،۲۲۰۶)

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب الطلاق باب من أجاز طلاق الثلاث کے تحت رقمطراز ہیں کہ:

((وَهٰذَا الْحَدِيثُ نَصٌّ فِي الْمَسْأَلَةِ لَا يَقْبَلُ التَّأْوِيلَ الَّذِي فِي غَيْرِهِ مِنَ الرِّوَايَاتِ))

”اس حدیث نے مسئلہ کی ایسی وضاحت کی ہے کہ جس میں اس تاویل کی گنجائش باقی نہیں ہے جو کہ دوسری روایات میں کی جاتی ہے۔“

ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک شمار کرنا رسول اللہ ﷺ ،ابوبکرؓ،اور عمر فاروقؓ کی خلافت کے ابتدائی دوسالوں تک چلتا رہا پھر جناب عمرؓ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں پر تین کا حکم لگا دیا تھا جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

((كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ النَّاسَ قَدْ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ))

مسلم ، الطلاق ، باب طلاق الثلاث (١٤٧٢)

”رسول اللہ ﷺ ،ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ کی خلافت کے ابتدائی دوسالوں میں اکٹھی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا پھر سیدنا عمر بن خطابؓ نے فرمایا جس کام میں لوگوں کے لیے سوچ بچار کا موقع تھا اس میں انہوں نے جلدی شروع کر دی ہے تو ہم ان پر تینوں ہی لازم کر دیتے ہیں لہذا انہوں نے تینوں ہی لازم کر دیں“

یاد رہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ کا یہ فیصلہ سیاسی اور تہدیدی تھا جیسا کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب حاشية الطحطاوى على الدر المختار ٦/ ٥١١،جامع الرموز ١/ ٥٠٦،مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر میں بھی لکھا ہے کہ:

((واعلم أنَّ في الصدر الأول إذا أرسل الثلاث جملة لم يحكم إلا بوقوع واحدة إلى زمن عمر رضی اللہ عنہ ثم حكم بوقوع الثلاث لكثرته بين الناس تهديدًا))

”اسلام کے ابتدائی دور سے لیکر عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک جب اکٹھی تین طلاقیں بھیجی

جاتیں تو ان پر ایک طلاق کا حکم لگایا جاتا پھر جب یہ عادت لوگوں میں زیادہ ہوگئی تو پھر تہدیدی طور پر تین طلاقوں کا حکم لگا دیا گیا۔"

فقہ حنفی کی محولہ کتب کی اس صراحت سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ سیدنا عمرؓ کا فیصلہ سیاسی اور تہدیدی تھا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ شرعی اور حتمی ہے۔ لہذا ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق کا حکم رکھتی ہیں جسکے بعد خاوند کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

نیز اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

"اور جب تم طلاق دے دو اپنی عورتوں کو پھر وہ پورا کرلیں اپنی عدت کو تو تم ان کو مت روکو اس بات سے کہ وہ نکاح کریں اپنے تجویز کردہ شوہروں سے جب کہ وہ آپس میں نکاح کرنے پر راضی ہو جائیں دستور کے مطابق اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے تم میں سے ہر اس شخص کو جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ تمہارے لئے نہایت پاکیزہ اور بڑی صفائی کی بات ہے اور اللہ پاک سبحانہ وتعالی جانتا ہے تم نہیں جانتے۔"

(البقرة: ۲۳۲)

درج بالا آیت کریمہ کی رو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ طلاق رجعی کی عدت کے گزرنے کے بعد اگر خاوند چاہیں تو دوبارہ انہی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔

((عَنِ الحَسَنِ، (فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ) قَالَ حَدَّثَنِی مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ، قَالَ زَوَّجْتُ أُخْتًا لِی مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا، حَتَّى إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا جَاءَ يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ لَهُ زَوَّجْتُكَ وَفَرَشْتُكَ وَأَكْرَمْتُكَ، فَطَلَّقْتَهَا، ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا، لاَ وَاللَّهِ لاَ تَعُودُ إِلَيْكَ أَبَدًا، وَكَانَ رَجُلًا لاَ بَأْسَ بِهِ، وَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تُرِيدُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الآيَةَ (فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ) فَقُلْتُ

الآنَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ))

''حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے اس آیت کے بارہ میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میں نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص سے کی تو اس نے میری بہن کو طلاق دے دی حتی کہ عدت بھی ختم ہوگئی اور عدت ختم ہونے کے بعد پھر اس نے دوبارہ منگنی کا پیغام بھیجا تو میں نے اسے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اسکی شادی کی، تیری عزت کی، تو نے اسکو طلاق دے دی اور اب پھر تو اسکے لیے منگنی کا پیغام بھیجتا ہے۔ اللہ کی قسم اب تو وہ کبھی تیرے پاس نہیں آئے گی۔ معقل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی بھی اچھا تھا اور میری ہمشیرہ بھی دوبارہ اسی کے پاس جانے کا ارادہ رکھتی تھی تو اللہ تعالی نے یہ آیت :فلا تعضلوھن نازل فرمادی تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اب میں یہ کام کردوں گا۔ تو میں نے اپنی بہن کا نکاح دوبارہ اسی شخص سے کر دیا۔''

صحيح بخاری، النكاح ، باب من قال لا نكاح إلا بولی (٥١٣٠)

مذکورہ بالا حدیث سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طلاق رجعی کی عدت کے گزرنے کے بعد اگر خاوند چاہیں تو دوبارہ انہی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اس میں کوئی مانع نہیں ہے نیز یہ کہ عورت کے رشتہ داروں کو اس دوسری مرتبہ کے نکاح میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔

صورت مسؤلہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہو چکی ہے۔ اب اگر خاوند چاہے تو دوبارہ نیا نکاح کر کے اس بیوی کے ساتھ رشتہء ازدواج قائم کرسکتا ہے کیونکہ عدت گزر چکی ہے اور حق رجوع بدون نکاح ختم ہو چکا ہے۔

هذا ما عندی والله تعالى أعلم وعلمه أكمل وأتم ورد العلم إليه أسلم والشكر والدعا لمن نبه وأرشد وقوم

''''''''''''''''''''''''

سوال: درج ذیل حدیث کی صحت کے بارہ میں آپکی کیا رائے ہے جو کہ مجلہ الحدیث حضرو مارچ ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی ہے:

رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا: یزید

ابو مسلم الجذمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک غزوے میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک فوجی کے حصے کی لونڈی قبضے میں لے لی تو (سیدنا) ابوذر (الغفاری رضی اللہ عنہ) نے حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: أول من يبدل سنتي رجل من بني أمية يقال له يزيد: میری سنت کو سب سے پہلے بنوامیہ کا ایک آدمی تبدیل کرے گا جسے یزید کہا جائے گا۔ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا وہ آدمی میں ہوں؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم نہیں۔ پھر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کو واپس کر دیا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۵/ ۲۴۹۔۲۵۰)

الجواب بعون الوهاب ومنه الصدق والصواب وإليه المرجع والمآب

اس روایت کو ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق میں بایں طور ذکر کیا ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أنا أَبُو الْفَضْلِ الرَّازِيُّ، أنا جَعْفَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، نا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ، نا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نا عَبْدُ الْوَهَّابِ، نا عَوْفٌ، ثنا مُهَاجِرٌ أَبُو مَخْلَدٍ، حَدَّثَنِي أَبُو الْعَالِيَةِ، حَدَّثَنِي أَبُو مُسْلِمٍ، قَالَ غَزَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بِالنَّاسِ، فَغَنِمُوا، فَوَقَعَتْ جَارِيَةٌ نَفِيسَةٌ فِي سَهْمِ رَجُلٍ، فَاغْتَصَبَهَا يَزِيدُ، فَأَتَى الرَّجُلُ أَبَا ذَرٍّ، فَاسْتَعَانَ بِهِ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رُدَّ عَلَى الرَّجُلِ جَارِيَتَهُ، فَتَلَكَّأَ عَلَيْهِ ثَلاثًا، فَقَالَ إِنِّي فَعَلْتُ ذَاكَ، لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ أَوَّلُ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ، يُقَالُ لَهُ يَزِيدُ، فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ نَشَدْتُكَ بِاللَّهِ، أنا مِنْهُمْ؟ قَالَ لا، قَالَ فَرَدَّ عَلَى الرَّجُلِ جَارِيَتَهُ

یہ روایت باسند صحیح ثابت نہیں، بلکہ اسکی سند میں انقطاع ہے اور کچھ رواۃ متکلم فیہ بھی ہیں اور کچھ کے حفظ وضبط کا ہی کچھ علم نہیں، ہمارے فاضل دوست محترم جناب کفایت اللہ السنابلی حفظہ اللہ اس روایت کا سقم واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے کسی سبائی درندے نے اسے

گھڑا ہے۔

اس روایت میں صرف یزید بن معاویہ ہی نہیں بلکہ یزید نامی صحابی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر بھی انتہائی گھناؤنا الزام لگایا گیا ہے اور وہ یہ کہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے (معاذ اللہ) کسی اور کی لونڈی کو زبردستی چھین لیا اور جب انہیں یزید سے متعلق حدیث رسول سنائی گئی تو انہوں نے غصب کردہ لونڈی واپس کی۔

غور کریں کتنا گھناؤنا کردار صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جارہا ہے، کہ انہوں نے کسی اور کے حصہ میں خوبصورت لڑکی دیکھی تو اسے غصب کرلیا، یاد رہے کہ اصل متن کے الفاظ ہیں فاغتصبها یزید یعنی صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اس خوبصورت لڑکی کو غصب کرلیا، یہی ترجمہ درست ہے۔

اور مجلّہ الحدیث کے محولہ صفحہ پر جو یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ لونڈی قبضہ میں لے لی تو یہ ترجمہ کسی بھی صورت میں درست نہیں، اور شاید مترجم کو بھی معلوم تھا کہ یہ درست ترجمہ نہیں ہے لیکن چونکہ صحیح ترجمہ کرنے کی صورت میں ایک صحابی رسول کا بڑا گھناؤنا کردار سامنے آرہا تھا اس لئے مترجم اس کی جرات نہیں کرسکے، حالانکہ یہ غلط ترجمہ سیاق وسباق سے بالکل کٹ جاتا ہے۔

حد ہوگئی کہ یزید دشمنی میں یزید نامی صحابی رسول رضی اللہ عنہ پر بھی گھناؤنا الزام لگانے سے لوگ نہیں ہچکچاتے۔ واللہ المستعان۔

روایت مذکورہ کی استنادی حالت

اولا: اسکی سند میں موجود راوی جعفر بن عبداللہ کے حافظہ وضبط کے بارہ میں کوئی دلیل مجھے نہیں ملی البتہ ابویعلی الخلیلی نے اسکی عدالت ودیانت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ثانیا: کسی بھی روایت کی محض ظاہری سند دیکھ کر یا اس کے دیگر طرق سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف ایک ہی طریق کو سامنے رکھ کر حکم لگانا متقدمین کے منہج کے سراسر خلاف ہے، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے آج کوئی شخص صرف ایک حدیث کو سامنے رکھ کر فتوی دینے لگ جائے۔

جب ہم روایت مذکورہ کی تمام اسانید کو سامنے رکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابوالعالیہ اور ابوذر کے بیچ

ایک راوی ساقط ہے عبدالوہاب کے علاوہ تمام رواۃ نے اس سند کو انقطاع کے ساتھ بیان کیا ملاحظہ ہو:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458) نے کہا:

أخبرنا أبو الحسن على بن أحمد بن عبدان، أخبرنا أحمد بن عبيد الصفار، حدثنا محمد بن العباس المؤدب، حدثنا هوذة بن خليفة حدثنا عوف عن أبى خلدة عن أبى العالية قال لما كان يزيد بن أبى سفيان أميرا بالشام غزا الناس فغنموا وسلموا فكان فى غنيمتهم جارية نفيسة فصارت لرجل من المسلمين فى سهمه فأرسل إليه يزيد فانتزعها منه وأبو ذر يومئذ بالشام قال :فاستغاث الرجل بأبى ذر على يزيد فانطلق معه فقال ليزيد :رد على الرجل جاريته ۔ثلاث مرات ۔قال أبو ذر :أما والله لئن فعلت، لقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:۔۔۔ الحديث ۔

(دلائل النبوة للبيهقى 467 /6)

امام ابن أبي شيبہ رحمہ اللہ (المتوفی 235) نے کہا: حَدَّثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ ، عَنْ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِى خَلْدَةَ ، عَنْ أَبِى الْعَالِيَةِ ، عَنْ أَبِى ذَرٍّ ، قَالَ :سَمِعْتُ ۔۔۔۔ ۔۔ الحديث

(مصنف بن أبى شيبة ت عوامة 554/19:، دلائل النبوة للبيهقى447/6)

امام ابن أبي عاصم رحمہ اللہ (المتوفی 287 :) نے کہا:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، ثنا أَبِى، ثنا عَوْفٌ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مَخْلَدٍ، عَنْ أَبِى الْعَالِيَةِ، عَنْ أَبِى ذَرٍّ، أَنَّهُ قَالَ لِيَزِيدَ بْنِ أَبِى سُفْيَانَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الحديثَ(الأوائل لابن أبى عاصم ص77)

امام أبونعيم رحمہ اللہ (المتوفی 430) نے کہا:

أَخْبَرَنِى الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ النَّيْسَابُورِيُّ فِى كِتَابِهِ إِلَيَّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ سَلْمٍ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبَانَ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ عَوْفٍ،

عَنْ خَـالِدٍ أَبِـى الْـمُـهَـاجِرِ، عَنْ أَبِى الْعَـالِيَةِ، قَـالَ :كُـنَّـا بِـالشَّـامِ مَعَ أَبِى ذَرٍّ، فَقَالَ۔۔۔۔۔ الحديث(تاريخ أصبهان =أخبار أصبهان **132/1**)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی **571**) نے کہا:

أخبرنا أبو الفضل أحمد بن منصور بن بكر بن محمد أنا جدى أنبأ أبو بكر أحمد بن محمد بن عبدوس الحيرى إملاء أنا أبو الحسين عبد الصمد بن على بن مكرم البزاز ببغداد نا أحمد بن محمد بن نصر ثنا سرى بن يحيى نا سعيد بن عبدالكريم بن سليط أنه سمع عوف بن أبى جميلة يحدث عن المهاجر أنه حدث أبو العالية قال لما كان زمن يزيد بن أبى سفيان بالشام غزا الناس فغنموا وكانت فى غنائمهم جارية نفيسة فصارت لرجل فى قسمه فأرسل إليه يزيد فانتزعها وأبو ذر يومئذ بالشام فاستعان الرجل بأبى ذر فانطلق معه فقال رد على الرجل جاريته فتلكأ يزيد فقال أما والله لئن فعلت لقد سمعت ۔۔۔۔۔ الحديث (تاريخ دمشق لابن عساكر **250/65**)

دولابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أخبرنى أحمد بن شعيب قال :أنبأ سليمان بن سلم قال :أنبأ النضر بن شميل قال :أنبأ عوف ، عن أبى المهاجر ، عن أبى خالد ، عن رفيع أبى العالية قال :قال أبو ذر :سمعت ۔۔۔ الحديث (الكنى والأسماء للدولابى **363/3**)۔

مؤخر الذکر تین رواۃ تک سند کمزور ہے لیکن اوپر کے دو رواۃ سے ثابت ہے کہ انہوں نے روایت مذکورہ کو منقطع بیان کیا ہے پھر ان دونوں کے ساتھ مل کر بقیہ رواۃ کا بیان بھی درست ثابت ہوتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ابن عساکر کی زیر نظر روایت میں رویانی کے شیخ عبدالوہاب سے سند بیان کرنے میں غلطی ہوئی ہے انہوں نے منقطع روایت کو موصول بیان کر دیا ہے۔

اس طرح کی غلطی کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی 774) نے کہا: وَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مِينَا عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَا: وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ الثَّانِيَ عَشَرَ مِنْ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ. وَفِيهِ بعث، وفيه عرج به إلى السماء، وفيه هاجر، وَفِيهِ مَاتَ. فِيهِ انْقِطَاعٌ.

جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیدائش عام الفیل، بروز پیر بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ہوئی، اسی تاریخ کو آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، اسی تاریخ کو آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی، اسی تاریخ کو آپ ﷺ نے ہجرت کی اور اسی تاریخ کو آپ ﷺ کی وفات بھی ہوئی۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ یہ روایت نقل کرنے کے بعد ہی فرماتے ہیں فِيهِ انْقِطَاعٌ یعنی اس کی سند میں انقطاع ہے (البداية والنهاية ط إحياء التراث 135/3)۔

اس روایت سے اہل بدعت استدلال کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش بارہ ربیع الاول ہے۔

لیکن اس کا جواب یہی دیا جاتا ہے کہ ابن کثیر اور ابن تیمیہ وغیرہ نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے۔

مگر امام جوزقانی نے اپنی سند سے ابن ابی شیبہ کے طریق سے یہی روایت نقل کی ہے اور ان کی نقل کردہ سند میں انقطاع نہیں ہے بلکہ عفان اور سعید بن میناء کے درمیان سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ نامی ثقہ راوی کا ذکر ہے۔

ملاحظہ ہو یہ مکمل روایت:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَضْلِ مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عِيسَى، إِمْلَاءً، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ، عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مِينَا، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُمَا قَالَا: وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِيلِ، يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، الثَّانِي عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ،

وَفِيهِ بُعِثَ، وَفِيهِ عَرَجَ إِلَى السَّمَاءِ، وَفِيهِ هَاجَرَ، وَفِيهِ مَاتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(الأباطيل والمناكير للجورقانی 267/1 :)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انقطاع کا ازالہ ہوگیا اور مذکورہ روایت صحیح ہوگئی کیونکہ موصول روایت کرنے والے محمد بن طاہر اگرچہ ثقہ ہیں لیکن متکلم فیہ ہیں لہٰذا ثقہ کے خلاف ان کا موصول بیان کرنا غیر مقبول ہے۔

میرے خیال سے جو لوگ یزید سے متعلق ابن عساکر کی مذکور روایت کو صحیح یا حسن کہتے ہیں انہیں رسول اکرم ﷺ کی پیدائش سے متعلق بھی محولہ روایت کو صحیح کہنا چاہئے بلکہ بدرجہ اولی صحیح کہنا چاہئے کیونکہ یہاں صرف ایک ثقہ روای کی مخالفت ہے، اور زیر بحث روایت میں تو متعدد ثقات کی مخالفت ہے۔

بہر حال یہ متقدمین کا منہج نہیں ہے کہ ثقہ یا حسن الحدیث کی زیادتی مطلقا قبول کرلی جائے اور حقیقت یہ ہے کہ زیادتی ثقہ کے قبول ورد کے لئے متقدمین کے یہاں کوئی ضابطہ ہے ہی نہیں بلکہ متقدمین قرائن کو دیکھ کر فیصلہ کرتے تھے امام ابن رجب رحمہ اللہ نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے فرماتے ہیں:

وأما أكثر الحفاظ المتقدمين فإنهم يقولون في الحديث -إذا تفرد به واحد -وإن لم يرو الثقات خلافه] : -(إنه لا يتابع عليه ، ويجعلون ذلك علة فيه ، اللهم إلا أن يكون ممن كثر حفظه واشتهرت عدالته وحديثه كالزهري ونحوه ، وربما يستنكرون بعض تفردات الثقات الكبار أيضاً ،ولهم في كل حديث نقد خاص ، وليس عندهم لذلك ضابط يضبطه (شرح علل الترمذی لابن رجب ص 216)

اسی لئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تاریخ پیدائش والی روات کو منقطع کہا ہے حالانکہ حسن الحدیث راوی نے اسے موصول بیان کیا، لیکن چونکہ موصول والی سند میں کمزور حافظہ والا راوی ہے اور یہ وصل مصنف کی اصل کتاب کے خلاف بھی ہے لہٰذا ان قرائن کی بنیاد پر حسن الحدیث راوی کے وصل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

یہی حال زیر بحث یزید سے متعلق روایت کا بھی ہے کہ تمام رواۃ نے اسے منقطع بیان کیا ہے صرف عبدالوہاب نے وصل کیا ہےاور یہ اگر چہ ثقہ ہیں لیکن ان کے حافظہ پر جرح ہوئی ہے چنانچہ :

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی 230) نے کہا:

عبد الوهاب بن عبد المجيد الثقفي .ويكنى أبا محمد .وكان ثقة وفيه ضعف.(الطبقات لابن سعد 212 /7)

اور اخیر عمر میں ان کا حافظہ اس حد تک خراب ہو گیا تھا کہ یہ اختلاط کے شکار ہو گئے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا :

عبد الوهاب بن عبد المجيد بن الصلت الثقفي أبو محمد البصري ثقة تغير قبل موته بثلاث سنين (تقریب التہذیب لابن حجر :رقم 284 /1)

معلوم ہوا کہ عبدالوہاب ثقہ ہونے کے باوجود متکلم فیہ تھے نیز ان کے وصل والی روایت کے ہوتے ہوئے بھی بہت سارے محدثین نے اس زیر بحث روایت کو منقطع قرار دیا ہے۔

چنانچہ خود ابن عساکر رحمہ اللہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ ایک مقام پر اسی روایت کو منقطع روایت کرنے کے بعد کہا:رواه عبد الوهاب الثقفي عن عوف عن أبي مهاجر عن أبي العالية عن أبي مسلم عن أبي ذر زاد فيه أنا مسلم (تاریخ دمشق لابن عساکر 160/18)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس سند میں ابومسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا:أخرجه الروياني في مسنده عن بندار، وروي من وجه آخر، عن عوف، وليس فيه أبو مسلم.(تاریخ الإسلام للذہبی ت تدمری 273/5)

امام بیہقی رحمہ اللہ بھی اس سند کو منقطع قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وفي هذا الإسناد إرسال بين أبي العالية وأبي ذر.(دلائل النبوۃ للبیہقی 467/6)

اسی طرح امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اس سند پر انقطاع ہی کا حکم لگایا ہے چنانچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ ابن عساکر کی مذکورہ روایت اور اس جیسی روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقد أورد ابن عساكر أحاديث في ذم يزيد بن معاوية كلها موضوعة لا يصح

شـىء منهـا وأجـود مـا ورد مـا ذكـر نـاه عـلـى ضعف أسانيده وانقطاع بعضه (البدایۃ والنہایۃ 231/8)

یعنی ابن کثیر رحمہ اللہ نے تاریخ ابن عساکر میں موجود یزید کی مذمت کرنے والی تمام روایات کو مردود قرار دیا ہے ان میں زیر بحث روایت بھی ہے۔

نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے زیر بحث روایت کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ سے تضعیف کا قول نقل کیا ہے چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكـذا رواه البـخـاري فـي التـاريـخ وأبـو يعلى عن محمد بن المثنى عن عبد الـوهـاب ثـم قـال البـخـاري والحديث معلول ولا نعرف أن أبا ذر قدم الشام زمن عمر بن الخطاب قال وقد مات يزيد بن أبي سفيان زمن عمر فولى مكانه أخاه (البدایۃ والنہایۃ 231/8)

اسی طرح ابن طولون نے بھی امام بخاری کی تضعیف نقل کرتے ہوئے کہا:

قال البخاري :والحديث معلول (قید الشرید لابن طولون ص 38)

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) فرماتے ہیں:

حَـدَّثَنَا محمد ,قال :حـدثني محمد ، قال :حَـدَّثَـنَا عَبد الوهاب قال :حدثنا عـوف عن المهاجر بن مخلد :، قال :حَدَّثَنَا أبو العالية ,قال :وحدثني أبو مسلم قال :كـان أبـو ذر بـالشـام وعـليهـا يـزيـد بـن أبـي سفيان فغزا الناس فـغـنـمـوا والـمـعـروف أن أبا ذر كان بالشام زمن عثمان وعليها معاوية ومات يـزيـد فـي زمـن عُـمَـر ولا يـعـرف لأبـي ذر قـدوم الشام زمن عُمَر رضي الله عنه. (التاریخ الأوسط للبخاری 397/1)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے امیر تھے اور عہد فاروقی ہی میں وفات پا گئے اور عہد فاروقی میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا شام آنا ثابت ہی نہیں ہے اور زیر بحث روایت میں اسی دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ کو شام میں بتلایا

جارہا ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ انہوں نے شام میں صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو زیر بحث حدیث سنائی۔

یہ زبردست دلیل ہے کہ زیر بحث روایت موضوع من گھڑت ہے اور جس نے بھی اسے گھڑا ہے وہ تاریخ سے نابلد تھا اس نے یہ حدیث توضع کردی کہ شام میں ابوذر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو حدیث سنائی لیکن اس بدنصیب کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ جس دور میں صحابی رسول یزید بن ابی سفیان شام میں تھے اس دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ شام گئے ہی نہیں تھے بلکہ اس کے بہت بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شام گئے تھے، اوراس سے پہلے ہی صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فوت ہوچکے تھے۔ لہٰذا ایک فوت شدہ شخص کو ابوذر رضی اللہ عنہ کوئی حدیث کیسے سنا سکتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی تحقیق سے اس روایت کا موضوع ومن گھڑت ہونا ثابت ہوگیا۔

اب یا تو یہ بات مان لی جائے کہ عبدالوہاب سے روایت کوموصول بیان کرنے میں غلطی ہوئی اور حقیقت میں سند سے ایک راوی ساقط ہے جیسا کہ امام ابن کثیر وغیرہ نے کہا ہے یا اعلان کیا جائے کہ ابومسلم الجذمی کذاب ہے کیونکہ وہ دوصحابہ کی ملاقات ایسی جگہ بتلا رہا ہے جہاں ان دونوں صحابہ کا ملنا ممکن ہی نہیں۔ اوران دونوں میں کوئی بھی بات مانی جائے تو روایت مردود ثابت ہوگی۔

امام بخاری ہی کی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ اشکال پیش کیا ہے کہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جن دنوں شام کے امیر تھے ان دنوں ابوذر رضی اللہ عنہ شام میں تھے ہی نہیں کیونکہ یہ تو عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شام آئے اور صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ شام میں صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور تک زندہ تھے چنانچہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458) فرماتے ہیں:

قلت :یزید بن أبی سفیان کان من أمراء الأجناد بالشام فی أیام أبی بکر وعمر .لکن اسمه یزید بن معاویة یشبه أن یکون هو ـوالله أعلم ـوفی هذا الإسناد إرسال بین أبی العالیة وأبی ذر.(دلائل النبوة للبیهقی 467)

یعنی صحابی رسول یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ تو ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں لشکر شام کے امیر ہوا کرتے

تھے(اوراس دور میں ابوذر رضی اللہ عنہ شام آئے ہی نہیں) ۔

اورامام بیہقی رحمہ اللہ نے اس اشکال کورفع کرنے کا یہ حل پیش کیا ہے کہ زیر بحث روایت میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بجائے ان کے ہمنام یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہوگا، چنانچہ :

امام بیہقی رحمہ اللہ(المتوفی 458)نے کہا:لكن اسمه يزيد بن معاوية يشبه أن يكون هو ـ والله أعلم ـ(دلائل النبوة للبیہقی / 467)

عرض ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ تمام تر روایات میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہی کی صراحت ہے، نیز اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اس حدیث میں لونڈی غصب کرنے کا جو واقعہ ہے وہ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کا واقعہ ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید نے جب ایک لونڈی غصب کی تو ابوذ رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث سنادی لیکن جب انہوں نے مسند خلافت غصب کی کما یقال تو اس وقت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث لوگوں کو کیوں نہ سنائی گئی کیونکہ ظاہر ہے یہ واقعہ پیش آنے کے بعد یہ حدیث کئی لوگوں کے علم میں آ چکی ہوگی۔

نیز اسی حدیث میں ہے کہ یزید نے جب ابوذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وہ میں ہوں تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں ۔۔۔لہٰذا اگر یہ واقعہ یزید بن معاویہ کا ہے تب تو بتصریح ابوذر رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ اس کے مصداق ہی نہیں۔

الغرض یہ کہ امام بخاری وامام بیہقی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق شام میں ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے ملے ہی نہیں ،اورامام بخاری رحمہ اللہ کی اسی تحقیق کوامام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی برضاءورغبت نقل کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی تحقیق کے علاوہ اور بھی ایسے قرائن ہیں جو بتلاتے ہیں کہ یہ روایت مکذوب ہے مثلاً یہ کہ جب یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کو ولی عہد کے لئے نامزد کیا گیا تو اس وقت بعض لوگوں نے اس آئین کی مخالفت کی لیکن اس موقع پر کسی نے بھی اس حدیث کو پیش نہیں کیا، جبکہ مذکورہ واقعہ پیش آنے کے بعد اس حدیث کا عام ہوجانا ظاہر ہے،غور کیا جائے کہ زیر بحث روایت کے مطابق ایک جلیل القدر صحابی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ایک لونڈی غصب کرتے ہیں اور اس ایک غلطی پر انہیں یہ حدیث

فوراسنادی گئی جبکہ آپ صحابی رسول تھے تو پھر یزید بن معاویہ تو تابعی تھے انہوں نے ایک لونڈی ہی نہیں بلکہ مخالفین کے بقول مسند خلافت ہی کوغصب کرلیا آخرانہیں کسی نے یہ حدیث کیوں نہ سنائی ؟

لطیفہ:

مخالفین یزید کہتے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جن فتنہ پرداز امیروں کا نام لوگوں سے چھپایا اس سے یزید ہی مراد ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جان کے خوف سے یزید بن معاویہ کا نام نہیں بتایا عرض ہے کہ مذکورہ روایت کے مطابق تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے یزید کا نام بتادیا وہ بھی خاندان بنوامیہ کے ایک فرد یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے آخران کی گردن کیوں نہیں ماری گئی ؟؟؟؟؟؟

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ روایت کی سند کا منقطع ہونا ہی راجح ہے قرائن اسی پر دال ہیں اور چونکہ اس روایت میں شدید نکارت بلکہ محال وناممکن باتوں کا ذکر ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تحقیق پیش کی اس لئے متن کی نکارت کو دیکھتے ہوئے اس روایت کے موضوع من گھڑت ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا ہے اور قطعی یقین ہوجاتا ہے کہ یہ روایت کسی سبائی ذہن کی کارستانی ہے، یادر ہے کہ شدید نکارت والے متن پر مشتمل روایت کے اندر گرچہ کوئی کذاب راوی نہ ہو پھر بھی متن کی نکارت کو دیکھتے ہوئے اہل علم اسے موضوع قرار دیتے ہیں چنانچہ ترمذی کی ایک روایت کو ابن الجوزی، حافظ ابن حجر اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے موضوع قرار دیا حالانکہ اس کے سارے رجال بخاری ومسلم کے ہیں بس سند میں بخاری ومسلم کے راوی ولید بن مسلم کا عنعنہ ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے (الموضوعات لابن الجوزی 140/2، لسان المیزان :ج5 ص 20 الضعیفہ :ج7 ص387)

میرا پسندیدہ شعر

فضائے بدر پیدا کر فرستے تیری نصرت کو

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

انتخاب محمد شاہ زیب (کلاس: قاری محمد شہزاد حفظہ اللہ)

(یہ مضمون مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے الاعتصام میں تحریر کیا تھا جسے اب حافظ شاہد محمود حفظہ اللہ کی معاونت سے دوبارہ مجلّہ المکرّم کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ادارہ)

نبوت انسانی کمالات کا آخری زینہ ہے، اس لیے پیغمبر کو جہاں وہ خوبی اور خصوصی عطا فرمائی جاتی ہے، جسے نبوت سے تعبیر فرمایا گیا ہے، وہاں سے وہ کمالات بھی عطا ہوتے ہیں جو ایک کامیاب انسان کے لیے ضروری ہیں۔

ایک نقاد جہاں سے انبیاء کے معیار سے پرکھنے کا حق رکھتا ہے، وہاں اسے اچھے کامیاب اور شریف انسانوں کے معیار سے بھی پرکھ سکتا ہے، بلکہ انسانی شرافت کے معیار پر اگر کوئی شخص کامیاب نہ ہو سکے تو معیار نبوت پر پرکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سابقہ انبیاء اور ان کی قوموں کے واقعات قرآن عزیز میں بکثرت موجود ہیں، مخالفین نے نامناسب القاب سے پیغمبر کو مخاطب کیا، مگر پیغمبر نے نہ کبھی گالیاں دیں اور نہ ہی اپنے مخالفین کو غیر موزوں القاب سے مخاطب فرمایا۔

خدا تعالیٰ کا پیغام سخت الفاظ میں ہو، یا اس کا لب ولہجہ رحمت آمیز ہو، بہر حال پیغمبر فریضہ رسالت کو انجام دے گا، پیغامبری کے فرائض میں وہ کبھی کوتاہی نہیں کرتا، لیکن اپنی ذات کے لیے اس کے مزاج میں انتقام کا خفیف سے خفیف جذبہ بھی نہیں پایا جاتا۔

((ما انتقم رسول اللّٰہ لنفسہ)) (مسلم:(۷۷)(۲۳۲۷)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ذاتی بدلہ کبھی کسی سے نہیں لیا۔“

((لم یکن فاحشا ولا متفحشاً)) (بخاری:۳۵۵۹)

”آنحضرت ﷺ نہ عادتاً فحش کہتے اور نہ ہی تکلف سے کبھی ایسا کرتے۔“

اللهم صل و سلم عليه و علىٰ آله و أصحابه أجمعين.

حسن خلق عام انسانی شرافت کا ایک معیار ہے، لیکن پیغمبر میں اس خوبی کا ہونا اور بھی ضروری ہے، اگر کوئی نبوت کا مدعی عام شرافت کے معیار پر بھی پورا نہ اترے تو اس کی نبوت سے بحث کرنا بے ضرورت مشغلہ ہوگا اور بس!

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی شروع میں مناظر تھے، اگرچہ ان کا مناظرانہ مذاق بھی کچھ بلند نہ تھا، تاہم وہ آب و ہوا اور موسم کے لحاظ سے پنڈت دیانند داور پادری آتھم صاحب سے کسی طرح کم نہ تھے، ایک کھاتے پیتے خاندان میں جس نے انگریز کی حمایت میں اکثر دادِ شجاعت دی ہو، اگر کوئی نوجوان لکھنے پڑھنے کی مشق باہم پہنچالے، تو اس کے دماغی توازن پر جو متکبرانہ اثر ہوسکتا ہے، وہ مناظر ہے، مرزا صاحب جب مخالفین کے خلاف کچھ لکھتے یا فرماتے تو ان کی تقریر وتحریر میں ایک فوجی خاندان کی سی تعلیاں کافی حد تک نمایاں ہوتی، تبلیغ و اشاعت کی چند حقیر کوششوں کے بعد انھیں مجدد بننے کی آرزو ہوئی اور مہدی بننے کے لیے بھی انھوں نے ہاتھ پاؤں مارے، جے سنگھ بہادر بننے کی بھی سعی فرماتے رہے، آخر میں انھوں نے نبوت کو شرف قبول بخشا اور ختم نبوت کی دیوار کو نقب لگانے کا فیصلہ فرمالیا۔ان دعوؤں پر الگ الگ بحث طول عمل ہوگا، کتاب وسنت کی نصوص اوران کی تاویلات توجیہ جو ہمارے قادیانی دوست فرماتے ہیں، شاید ناظرین اعتصام کو اس سے چنداں دلچسپی نہ ہو۔

مرزا صاحب اور عام انسانی شرافت:

اس لیے مناسب ہوگا کہ مناظرانہ انداز سے بچتے ہوئے انھیں عام اخلاقی معیار پر سمجھنے کی کوشش کی جائے، مجھے احمدی دوستوں سے امید ہے کہ عصبیت سے الگ ہوکر وہ مرزا صاحب کو سمجھنے کی کوشش کریں گے، ممکن ہے کہ انھیں انبیاء کے معیار پر پرکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔

میں نے عرض کیا ہے کہ انبیاء اپنے مخالفین کو گالیاں نہیں دیتے، انھیں لغت پر اتنا عبور ہوتا ہے کہ اظہار مطلب کے لیے بہتر سے بہتر الفاظ مہیا فرمالیتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ مرزا صاحب زبان کے

استعمال میں کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہیں، وہ جب ناراض ہوتے ہیں تو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں اور گالیاں بھی گھٹیا قسم کی ''حرامی''، ''حرامزادہ''، ''حلال زادہ نہیں''، ''ولد الحلال''، ''ولد الحرام بننے کا شوق''، ''نیک زادہ''، رسالہ ''انوار الاسلام'' (ص: ۲۷، ۲۸، ۳۲، ۳۴، ۴۰، ۴۱) میں ان الفاظ کا تذکرہ مرزا صاحب نے بار بار کیا ہے، ایک مقام پر فرماتے ہیں: کون اس فیصلے کے لیے بلا توقف سعی کرتا ہے، اور کون ولد الحرام بننے پر راضی ہوتا۔ (ص: ۴۱)

البدر (۲۰/دسمبر ۱۹۰۶ء، ص: ۵، کالم: ۳) نور القرآن حصہ دوم میں فرماتے ہیں:

''یہ نہایت شرارت اور خباثت اور حرامزادگی ہے۔''

اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن انگریزوں سے جہاد کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے انگریزی حکومت نے جہاد کیا، میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔''

منشی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی کے متعلق لکھا: ''یا بن بغاء'' انجام آتھم (ص: ۲۸۲)

تتمہ حقیقۃ الوحی (ص: ۲۰) میں اس کا ترجمہ بھی کر دیا ہے: ''بازاری عورت کا بیٹا''

احمدی مناظر اسے باغی سے مشتق کہا کرتے ہیں، مرزا صاحب کے ترجمہ سے یہ توجیہ بھی ختم ہو جاتی ہے، آئینہ کمالات میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے متعلق بھی یہی الفاظ کہے گئے ہیں۔

آئینہ کمالات اسلام (ص: ۴۳۵) میں اپنے تمام مخالفین کو مخاطب فرماتے ہیں:

«کل مسلم یقبلنی ویصدق دعوتی إلا ذریة البغایا»

''ہر مسلمان میری دعوت کو قبول کرتا ہے، مگر بازاری عورتوں کی اولاد اسے قبول نہیں کرتی۔''

مخالفین پر ناراضگی تو ہو سکتی ہے، ایک عامی آدمی کا مزاج کنٹرول سے باہر ہو جائے، ممکن ہے، لیکن شرافت سے اتنا گرے کہ گالیاں دینا شروع کر دے، یہ حرکت ایک شریف انسان سے سرزد نہیں ہو سکتی۔

جو گالیاں مرزا صاحب کے کلام میں عموماً استعمال ہوئیں، اس کی کوئی توجیہ سمجھ میں نہیں آ سکی، احمدی دوست اکثر اپنے عقیدہ سے بے خبر ہیں، جب ان سے مسیح کی موت کے سوا کوئی دوسرا مسئلہ دریافت

کیا جائے تو ان کا پارہ فوراً تیز ہو جاتا ہے، تقلید جامد کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے، اس لیے وہ حقیقت پر پہنچنے سے پہلے لڑائی جھگڑے کی صورت پیدا کر لیتے ہیں، سوچنا یہ ہے کہ اگر یہ فحش گوئی مطلب سمجھے بغیر کوئی عامی آدمی کرلے تو کہا جا سکتا ہے کہ جہالت کا تقاضا ہے، لیکن ایک پڑھے لکھے شریف آدمی کے منہ سے یہ لفظ نکلے، وہ کسی کو حرامی یا حرامزادہ کہے اور اسے اس کا یقین نہ ہو تو جھوٹا ہوگا، اسے حد قذف میں اسی درے لگیں گے، اگر یہ واقع صحیح ہو، تو ادنیٰ رجم یا دروں کا مستحق ہوگا، یہ ایسا لفظ نہیں کہ اسے بے جا کہا جائے۔ تحسبونه هينا وهو عند الله عظيم

پھر اس لفظ کو بظاہر عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں، ایک کافر صحیح النسب ہوسکتا ہے، اور ایک مسلمان نسبتاً مشکوک ہوسکتا ہے، آج ایک احمدی مسلمان ہو جائے تو وہ احمدی نقطۂ نظر سے کافر و مرتد ہوسکتا ہے، لیکن نسب پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔

آج خلیفہ محمود اس نتیجہ پر پہنچیں کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی میں سچے نہ تھے، اس سے انکار مذہب غلط، عقیدہ خراب تو کہا جا سکتا ہے، لیکن ان کی نسب پر طعن نہیں کیا جا سکتا، مرزا سلطان احمد مرزا صاحب کے بڑے بیٹے تھے، وہ احمدی نہیں تھے، لیکن ہم ان کے نسب پر شبہ نہیں کر سکتے، مرزا غلام احمد کے والد بزرگوار مرزا غلام مرتضیٰ مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں لا سکے، وہ اپنے فرزند ارجمند کی ان دعاوی کی بلندیوں کو ملاحظہ نہیں فرما سکے، وہ عام مسلمانوں کی طرح احمدیت سے کافر ہوں، ہوسکتا ہے، لیکن ان کے نسب کی صحت پر شبہ نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح مولوی سعد اللہ مرحوم مرزا صاحب کا انکار کریں، ان کے نسب پر شبہ نہیں کیا جا سکتا، مولانا محمد حسین، پادری آتھم، تمام وہ مسلمان جو مرزا صاحب کو اپنے دعاوی میں سچا نہیں مانتے، ان پر ایک احمدی کفر کا فتویٰ دے سکتا ہے، لیکن ان کی نسب پر طعن نہیں کر سکتا۔

ازالہ اوہام (ص: ۷۲۳، ۷۲۴) میں ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا ذکر فرما کر مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''ان لوگوں نے چوروں، قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا۔''

۵۷ء کی تحریک کیا تھی، مجھے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، وہ مقدر قربانیاں اس امر کی محتاج نہیں کہ انگریز کے خود کاشتہ پودے ان کی تقدیس کریں، دہلی اور میرٹھ کی سرزمین خود اس کی شاہد ہے، اور

"رب السموات" ان کی پاکیزگی کا گواہ، مجھے یہ سوچنا ہے، اور اپنے احمدی دوستوں سے دریافت کرنا ہے کہ ۵۷ء کے مجاہدین نے کون سی چوری کی، وہ کیوں قزاق بنے، اور انھوں نے کون سی حرام کاری کی، ایک نبوت کا مدعی، تجدید کا دعویٰ کرنے والا، اور مہدیت کی بلندیوں پر سرفرازی کا خواہشمند اس قدر خلاف واقعہ کیوں لکھے، اگر اس کا دماغ درست ہے تو دو ہی صورتیں سمجھی جاسکتی ہیں، یا تو وہ جھوٹ بولتا ہے، یا بد اخلاق ہے، جس شخص کا اخلاق اتنا پست ہو، جس کی زبان عام شریف انسانوں کی شرافتوں سے بھی فروتر ہو، اسے نبی، مجدد یا مہدی کیونکر مانا جائے۔ان في ذلك لعبرة

سر خود ہی کٹ کر گر گیا (طلحہ فاروق ،فقیر والی)

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کا نام حارث بن عوف بیان کیا ہے۔ابو احمد الحاکم کے بیان کے مطابق آپ نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ چنانچہ محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے مازن قبیلے کے ایک آدمی کے حوالے سے بتایا کہ حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ غزوۂ بدر میں جب میں ایک مشرک کی طرف بڑھا تو میری تلوار اس تک پہنچے سے پہلے ہی اس کا سر کٹ کر گر گیا۔

جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے روز ایک (انصاری یعنی ابو واقد) مسلمان آدمی کسی کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ ایسے میں اوپر سے ایک کوڑے کی آواز آئی اور سوار کی بھی آواز آئی جو کہہ رہا تھا حیزوم! (یہ اس کے گھوڑے کا نام تھا) آگے بڑھ۔اتنے میں اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ کافر اس کے سامنے چت پڑا ہے۔(یعنی مرا پڑا ہے) اس کی ناک پر کوڑے کا نشان تھا اور اس کا چہرہ چھٹ چکا تھا گویا کسی نے اسے کوڑے سے مارا ہے پھر اس کا سارا جسم ہی سبز ہو گیا۔وہ انصاری مسلمان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو، یہ فرشتے آسمان سے مدد کیلئے آئے تھے۔

صحیح مسلم ،الجهاد،باب الامداد بالملائكة فی غزوة بدر(۱۷۶۳)

استاذ الاساتذہ

دوسری قسط

حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ المنان

تحریر......
عبدالرحمٰن ضیاء جھنگوی
مدرس
(جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور)

ایک منکرِ حدیث کے ساتھ مکالمہ

ایک دفعہ آپؒ نے مجھے بتایا کہ ایک بار مجھے چند دنوں کے لیے بادشاہی مسجد کے پاس اوقاف میں رہنا پڑ گیا، کچھ اور علماء کرام بھی ساتھ تھے، وہاں ایک بریلوی مولوی بھی رہتا تھا، اس سے میرا تعارف ہوا تو اس نے مجھے بتایا کہ میری مسجد میں ایک منکرِ حدیث آتا ہے وہ میرے ساتھ بحث کرتا رہتا ہے وہ مجھے بولنے نہیں دیتا وہ بڑا چالاک ہے، آپ میرے ساتھ چلیں اس سے گفتگو کریں، کیونکہ وہ میرے قابو میں نہیں آتا، میں نے سنا ہے کہ آپ اہل حدیث ہوتے ہیں آپ کی نظر حدیث پر ذرا بہتر ہوتی ہے تو آپ میرے ساتھ چلیں اور اس کے ساتھ بات کریں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، چنانچہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور اس منکرِ حدیث کو بھی بلا لیا وہ بھی آ گیا۔

میں نے کہا جی کیا بات ہے؟

کہنے لگا حدیث حجت نہیں یہ تو لکھی ہوئی نہیں تھی۔ دو سو سال بعد میں لکھی گئی ہے۔ حجت کیسے بن گئی؟

میں نے کہا:

آپ کے ہاں یہ اصول اور ضابطہ ہے کہ جو چیز لکھی ہوئی ہو وہ حجت ہے جو لکھی ہوئی نہ ہو وہ حجت نہیں؟

کہنے لگا: آپ بالکل ٹھیک سمجھے ہیں۔ یہی ہمارا موقف ہے۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے پھر قرآن مجید کے علاوہ تو کوئی چیز آپ تسلیم نہیں کرتے۔

چنانچہ یہ اصول اور ضابطہ قرآن مجید سے نکالو کہ جو چیز لکھی ہوئی ہو وہ حجت ہے، جو لکھی

ہوئی نہ ہو وہ حجت نہیں، قرآن مجید کی آیت پیش کرو، ادھر ادھر نہیں جانا۔

اب وہ دیکھنے لگا، کبھی ادھر دیکھے کبھی ادھر دیکھے۔ کوئی آیت ہو تو پڑھے؟ جی! فلاں حدیث میں فلاں چیز آتی ہے۔ میں نے کہا وہ بات بعد میں کرنا پہلے یہ اصولی چیز ثابت کرو۔

کوئی آیت ہوتی تو پیش کرتا اٹھ کر چلا گیا۔ میرے ساتھی (بریلوی) فرمانے لگے کہ اس نے آپ کے سامنے دو منٹ بھی نہیں نکالے۔ میں نے کہا کہ ان کے ساتھ طریقے سے بات کرو تو اللہ کے فضل وکرم سے ان کا ناطقہ فوراً بند ہو جاتا ہے۔

ایک قادیانی سے مناظرہ

ایک دفعہ آپؒ کے پاس بعض ساتھی آئے وہ کہنے لگے کہ ہم ایک فیکٹری میں کام کرتے ہیں وہاں چند قادیانی ہیں جو ہمیں تنگ کرتے رہتے ہیں، ہمیں ان کے سامنے کوئی پکا جواب نہیں آتا، لہٰذا آپ ہمارے ساتھ چلیں تا کہ ان کو صحیح جواب دیا جاسکے، کیونکہ انہوں نے ہمیں خود دعوت دی ہے کہ اپنا کوئی مولوی لے آئیں جو ہمارے ساتھ بات کرے، یہ سن کر آپؒ ان کے ساتھ خالی ہاتھ ہی تشریف لے گئے، کوئی کتاب ساتھ نہیں لے کر گئے، کیونکہ آپؒ نے سمجھا کہ فیکٹری میں کام کرنے والوں کو صرف سمجھانا ہی ہے جب آپؒ وہاں گئے تو وہاں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مربّی محمد اعظم قادیانی آیا ہوا تھا تو آپؒ کی اس کے ساتھ تقریباً تین گھنٹہ گفتگو ہوتی رہی۔

وہ چونکہ باطل پر تھا وہ اپنی بات شروع کرنے سے قبل تمہید باندھتا پھرلا یعنی لمبی چوڑی تقریر کرتا، آپؒ ایک دو جملوں میں مختصر جواب دیتے، اور اس سے اس کے دعویٰ کے مطابق قرآن پاک یا حدیث نبوی سے کسی دلیل کا مطالبہ کرتے رہے۔

موضوعِ مناظرہ یہ مقرر ہوا تھا کہ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے؟ قادیانی مناظر نے بہت زور لگایا تھا کہ موضوع یہ ہو کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی کسی کو نبوت کا ملنا ممکن ہے؟ لیکن آپؒ کا مؤقف یہ تھا کہ اگر بالفرض امکانِ نبوت ثابت ہو بھی جائے تو کیا اس سے مرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا ثابت ہو جائے گا؟

پھر بھی مرزا قادیانی کی نبوت پر دلیل درکار ہوگی، کیوں نہ ہو کہ ہم موضوع ہی یہ رکھیں کہ کیا مرزا قادیانی نبی ہے؟ بہرحال آپؒ نے یہ موضوع اس سے منوالیا۔لیکن مرزا کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیےاس نے بڑے ہاتھ پاؤں مارےلیکن وہ مرزا کی نبوت ثابت نہیں کر سکا،کبھی مرزا کومثیلِ مسیح کہتا رہا،کبھی مسیح موعود کہتا رہا،کبھی اپنا احمدی ہونا ظاہر کرتا رہا،اورساتھ یہ بھی کہتا رہا کہ میں اپنا احمدی ہونا قرآن سے ثابت کروں گا،لیکن کچھ بھی ثابت نہ کر سکا،حتیٰ کہ آپؒ نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اقرار کرے کہ احمدی کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، وہ بڑا ابوکھلا گیا تھا، بالآخر آپؒ سے کہنے لگا کہ آپ اپنا تعارف کروائیں۔آپؒ نے فرمایا کہ میں عبدالمنان ہوں، سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں رہتا ہوں، وہ کہنے لگا آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ احمدی ہونا قرآن سے ثابت کرو،تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اپنا تعارف قرآن سے ثابت کریں۔آپؒ نے اپنی حاضر دماغی اوراللہ کی مدد وتوفیق سے فوراً جواب دیا کہ میں نے تو یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ میں اپنا تعارف قرآن سے ثابت کروں گا۔آپ نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اپنا احمدی ہونا قرآن سے ثابت کروں گا،لہٰذا یہ مطالبہ آپ سے ہوسکتا ہے نہ کہ مجھ سے۔اس پر وہ مبہوت ہوکر خاموش ہوگیا۔

پھر آپؒ نے اس سےاقرار کرواہی لیا کہ احمدی ہونے کا قرآن میں ثبوت نہیں ہے۔

پھرمرزا قادیانی کے مسیح یامثیلِ مسیح ابن مریم ہونے کے متعلق آپؒ نے اس کی زبان سے اقرار کرواہی لیا تھا کہ مرزا صاحب ابن مریم نہیں ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں،لہٰذا مرزا مسیح ابن مریم نہیں بلکہ وہ ابن چراغ بی بی تھا، وہ قادیانی مناظر پورے مناظرے میں مرزا صاحب کا نہ ہی مسیح موعود ہونا ثابت کر سکا نہ ہی مثیلِ مسیح اور نہ ہی اس کا نبی ہونا ثابت کر سکا، چنانچہ وہی قادیانی مناظر جب ہر لحاظ سے لاجواب ہوگیا تو بعد میں کہنے لگا کہ میں آپ کے ساتھ تحریری مناظرہ کروں گا۔

پھراس کی آپؒ کے ساتھ تحریری طور پر خط وکتاب شروع ہوگئی تو اس میں بھی وہ علم کے ایک پہاڑ اورمتموج ومتلاطم سمندر کے آگے نہ ٹھہر سکا اور نہ ہی اس کے ساتھ چل سکا۔اور یہ تحریری مناظرہ : کیا مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے؟ کے نام سے ایک رسالہ کی شکل میں چھپا ہوا ہے اور

مکالماتِ نورپوری نامی کتاب میں بھی مطبوع ہے۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ محرم کے دنوں میں گوجرانوالہ شہر میں اہلِ تشیع کے ہاں ان کا ایک مشہور خطیب گلفام تقریر کرنے کے لیے آیا ہوا تھا، جامعہ محمدیہ کے طلبہ بھی اس کی تقریر سننے کے لیے گئے ہوئے تھے، انہوں نے آکر اگلے دن آپؒ کو بتایا کہ آج رات گلفام نے نبی ﷺ کا مکمل نسب نامہ بیان کیا ہے۔ یہ سن کر آپؒ نے فی البدیع آپ ﷺ کا سارا نسب نامہ زبانی سنا دیا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بعد جو نسب نامہ مختلف فیہ ہے وہ بھی آپؒ کو زبانی یاد تھا، طلبہ آپ کے قوتِ حافظہ سے حیران رہ گئے کہ آپ کا اس قدر استحضار ہے کہ بغیر تیاری کے بھی آپؒ کو رسول اللہ ﷺ کا نسب نامہ ازبر ہے۔ اور آپؒ اپنے سے لے کر امام بخاری تک اپنی پوری سند زبانی سنا دیا کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپؒ کا جب بھی کسی سے مناظرہ ہوتا اگر وہ کہتا کہ میں نے اس طرح نہیں کہا تو آپؒ اس کا پورا کلام ہی دہرا دیتے تھے، پھر بڑے جزم ویقین کے ساتھ کہتے کہ ٹیپ کی کیسٹ پیچھے کر کے سن کر دیکھ لو اسی طرح ہی ہے جس طرح میں دوہرا رہا ہوں۔

آپ عربی میں شعر بھی بنا لیا کرتے تھے چنانچہ بڑے شیخ حافظ محمد محدث گوندلویؒ اور محدث عطاء اللہ بھوجیانیؒ کے تعارف ومناقب پر آپ کی بنائی ہوئی عربی نظمیں مطبوع ہیں۔

اسی طرح آپ کی ایک نہایت مفید کتاب: ''ارشاد القاری الی نقد فیض الباری'' ہے جو کہ احناف کے بڑے شیخ اور علامہ انور شاہ کشمیری کی صحیح بخاری کی شرح فیض الباری کا عربی میں ردّ ہے ،فیض الباری میں ایک مقام پر شیخ کشمیری صاحب نے بعض ابیات بنائے ہوئے ہیں جو کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی بجائے تقلیدِ شخصی کی طرف دعوت دینے پر مشتمل ہیں، تو آپؒ نے ان کے شعروں کے جواب میں (۱۵) ابیات بنائے ہیں جو کہ تقلیدِ شخصی کو ترک کر کے کتاب وسنت کی طرف دعوت پر مشتمل ہیں، اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ آپؒ کے یہ اشعار شیخ کشمیری کے اشعار کے وزن پر ہی ہیں۔

اور وہ اشعار یہ ہیں:

یامن یرجح رأیه	وامامه بأصوله

وفروعه ومذاهبًا	ومواقفًا لعقوله
مع فعل احمد والمقو	لِ له وسكت رسوله
خذ ما يجيئك حكمه	مما مضىٰ بقبوله
واللذ أتى متعارضا	فالحل مابأصوله
ودع المقال برأيكا	وبرأيهم وبطوله
ان الوقائع فى محا	كم شارع كمقوله
لتقطع الاعذار فى	فعل لحاظ نقوله
والاحتمال الى مقا	ل جاء مثل عموله
فذرواالجدال وما جلب	وتثبتوا لدخوله
وخروجه أ فما هدا	ناالله دين رسوله
لاتجعلوا متعاملا	سكتًالوقت حصوله
ان الفعال لناطق	مثل الكلام وقُوله
فاقدُر فِعالَ نَبِيِّكا	واترك شقاق مقوله
وانبذ حديث شكوككا	حيث الردِّى لفضوله

ارشادالقاری (جلد۲ص ۵۶۸،۵۶۹)

یہ آخری دو اشعار آپؒ کی مشہور کتاب احکام ومسائل جلد:۱،ص:۲۹۷ پر بھی موجود ہیں۔ وہاں ان کا ترجمہ بھی لکھا ہوا ہے:

یعنی اپنے نبی ﷺ کے افعال کی تعظیم کر اور آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت چھوڑ دے اور اپنے شک کی باتوں کو پھینک دے ردی کی جگہ پر، کیونکہ وہ فضول ہے۔

آپؒ نے اپنی اسی کتاب ''ارشاد القاری'' ج:۴،ص:۹۴ پر راقم الحروف (عبدالرحمٰن ضیاء) کا تذکرہ بھی کیا ہے اور دعائیہ جملوں سے نوازا ہے، جو کہ آپؒ کی طبیعت کی فیاضی اور وسعتِ

ظرفی اور اپنے تلامذہ کی حوصلہ افزائی پر دلالت کرتا ہے چنانچہ آپؒ کے الفاظ ہیں:

حتی جاء نی یوما اخونا عبد الرحمن الضیاء (استاذ الحدیث بجامعة شیخ الاسلام ابن تیمیة بلاهور)لیلقانی فعرضت علیه المقام وقلت له :ان العبارة لا تتعلق بالمقام الخ فراجع الاِرواء (ای اِرواء الغلیل للمحدث الفقیه الالبانی رحمه الله)هذه الصفحة و صفحات قبلها وبعدها وراجع السبل (ای سبل السلام للصنعانی)والنیل (ای نیل الاوطار للشوكانی)والتلخیص (ای التلخیص الحبیر للحافظ ابنِ حجر عسقلانی)زهاء ثلاث ساعات ، ثم قال :ان هذه العبارة كانت فی الصفحة ٢١٧ (من الارواء) بعد قول الالبانی فیها فی حدیث رقم :١٩٦:الثانی :قال الحافظ فی التلخیص ص:١٠٨ بعد أن أخرج الحدیث :وأعله الدارقطنی بالوقف وقال :ان وقفه اشبه ، وأعله الحاكم با لاِرسال وتبعه علی ذالك الصنعانی الخ فانحلّت العبارةوارتبطت ، فجزی الله تبارك وتعالیٰ عبده عبد الرحمن الضیاء جزاء حسنا و أذهب اشجانه واحزانه اذهابا عاجلا كاملاً۔(آمین)

اس کی مزید تفصیل دیکھنی ہوتو مجلّہ نداء الجامعہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ لاہور جلد :۳،شمارہ:۱،ص:۲۷ کا مطالعہ کرلیں۔

ایک سچا لطیفہ!

ایک دفعہ آپؒ نے ہمیں دورانِ سبق ایک دلچسپ واقعہ سنایا کہ ایک بار گوجرانوالہ شہر میں سیرۃ النبی کے موضوع پر ایک مشترکہ جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں اہلحدیث ،حنفی دیو بندی اور بریلوی سب ہی شریک تھے،گوجرانوالہ شہر کے ڈی سی پی کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی ،اہلحدیث کی طرف

سے مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ آف گوجرانوالہ مدعوّ تھے اور بریلوی مولوی کی تقریر سے قبل سلفی صاحب کو خطاب کے لئے دعوت دی گئی تھی ،اب یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ بریلوی مولوی حضرات سیرۃ النبی کانفرنسز یا جلسوں میں عام طور پر صورت النبی کے موضوع پر تقریر کرتے ہیں (کیونکہ وہ سیرۃ النبی کے موضوع سے خاص دلچسپی نہیں رکھتے ،ان کے پاس سیرت النبی کے موضوع پر اتنا مواد ہی نہیں ہوتا جو وہ بیان کرسکیں ، یا پھر وہ صورت النبی کو ہی سیرت النبی سمجھ بیٹھتے ہیں ،ان لوگوں نے کبھی بھی زاد المعاد فی ھدی خیر العباد از علامہ حافظ ابنِ قیمؒ کا مطالعہ نہیں کیا ہوگا جو کہ حقیقی سیرت النبی یعنی آپ ﷺ کی عملی زندگی پر مشتمل ہے)اب مولانا اسماعیل سلفیؒ کو بھی اس بات کا علم ہی تھا کہ یہ بریلوی مولوی صاحب سیرت النبی کے اس جلسے میں صورت النبی ہی بیان کریں گے ،چنانچہ انہوں نے اس چیز کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اپنے مختصر وقت میں نبی ﷺ کی سیرت بیان فرمائی اوراس میں اس بات کی بھی صراحت کردی کہ آج کل جلسہ سیرت النبی کا ہوتا ہے لیکن کئی ایک مقرر سیرت کے جلسہ میں اصل موضوع سے ہٹ کر صورت النبی بیان کرنا شروع کردیتے ہیں ،حالانکہ اس امت کو سیرۃ النبی کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی عملی زندگی آپ ﷺ کی سیرت کے مطابق کرلیں اورآپ ﷺ کی صورت تو اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی بنائی ہوئی تھی ،آپ ﷺ کا چہرہ ،رخسار ،پیشانی ،ہونٹ ،ہاتھ ،پاؤں ،رنگت وغیرہ کوتو اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنایا ہوا تھا اس طرح ہم اپنے اعضاء نہیں بنا سکتے اور نہ ہی اللہ تعالی نے ہمیں اس کا مکلّف و پابند کیا ہے،لہذا ہم اپنے بدنی اعضاء کوآپ ﷺ کی طرح نہیں بنا سکتے ،یہ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور عطا ہے،یہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے،ہمیں اس وقت سیرت النبی کی ضرورت ہے،اورجلسہ کا موضوع بھی سیرت النبی ہی ہوتا ہے،سیرت کے جلسہ میں صورت کو بیان کرنا یہ جلسہ کے موضوع سے نکلنا ہے،مولانا سلفی صاحب مختصر مگر جامع خطاب سے فارغ ہوکر بیٹھ گئے،ان کے بعداس بریلوی صاحب کو ٹائم دیا گیا،اب وہ مولوی صاحب چونکہ صورت النبی ہی کی تیاری کرکے آئے ہوئے تھے،جب اسٹیج پر براجمان ہوئے تو مختصر عربی خطبہ پڑھ کر اپنی تقریر شروع کرنے سے قبل ان کی طبیعت پر ایسی بوکھلاہٹ پیدا ہوئی کہ انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب وہ کیا بیان کریں ،حتی کہ انہوں نے حاضرینِ جلسہ میں سے جو مہمانانِ خصوصی کے لئے کلمۂِ شکر کہنا تھا انہیں اس کے متعلق

بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کہیں؟حتی کہ انہوں نے جب ڈی ایس پی کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ ہمارے شہر گوجرانوالہ کے ڈی سی پی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں الخ حالانکہ وہ ڈی ایس پی ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، یہ سن کر سب حاضرینِ جلسہ ہنس دیئے۔آپؒ یہ واقعہ بیان فرما کر خود بھی ہنسے۔

کتبہ:عبدالرحمٰن ضیاء

ارواءالغلیل میں واقع کمپوزر کی ایک غلطی کی وضاحت

اپنے استاد فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کے ارشاد کی بناء پر یہ مختصر تحریر قلم بند کررہا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس میں ان محققین اہل علم وتصنیف کو فائدہ ہوگا جن کا حدیث،تخریج حدیث اور فقہ الحدیث کے ساتھ دن رات مشغلہ رہتا ہے۔

اہلِ تحقیق مصنفین پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اگر کسی بھی مصدر یا مرجع کی کوئی بھی ایسی پیچیدہ عبارت سامنے آگئی ہو جو اس لئے حل نہ ہورہی ہو کہ اس میں کاتب کی غلطی ہو یا کوئی عبارت چھوٹ گئی ہو یا اس میں تقدیم وتاخیر ہوگئی ہو،خصوصاً جب کہ اس مصنف یا مضمون نگار یا مفتی وغیرہ نے وہ عبارت بطور حجت نقل بھی کرنی ہو تو اس وقت اسے کتنا غم لگتا ہے۔اس کی ہمہ تن یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ پیچیدہ عبارت کسی طریقے سے حل ہوجائے اس کے لئے اس مصدر یا مرجع کے مختلف نسخے بھی دیکھنے پڑتے ہیں یا اس فن کی مختلف معاون کتب میں وہی مسئلہ دیکھنا پڑتا ہے تاکہ وہ عبارت حل ہوجائے تو اس وقت اس محقق مصنف کو جو خوشی ہوتی ہے اور لذت آتی ہے وہ وہی علماء جانتے ہیں جو تحقیق کا کام کرنے والے ہیں۔

محدثِ کبیر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی عظیم کتاب ''ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منارالسبیل'' سے دورِحاضر کے بہت سے محققین علماء کرام مستفید ہوتے ہیں بلکہ میں تو دعوی سے کہتا ہوں کہ اس دور میں حدیث کی تخریج کا کام کرنے میں اس محدثِ کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتب سے کسی محقق کو بھی استغناء نہیں ہے ہر انصاف پسند ان کی خدماتِ حدیثِ نبوی کا معترف

دکھائی دیتا ہے ان کی کتابوں میں فوائد حدیثیہ، نکاتِ اصولیہ اور فقھیہ اس طرح بکھرے دکھائی دیتے ہیں اور وہ مطالعہ کرنے والے کے ہاتھ میں اس طرح آتے ہیں جیسا کہ سمندر میں غوطہ زنی کرنے والے کے ہاتھ میں قیمتی جواہر و یواقیت اور موتی و مرجان آرہے ہوں۔

اب میں بھی اہلِ علم کی توجہ (ارواء الغلیل) میں واقع کاتب (کمپوزر) یا ناشر کی ایک ایسی غلطی کی طرف مبذول کراتا ہوں جو غلطی اس میں عام طبع ہو رہی ہے لیکن اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی میرے لئے اس غلطی کی طرف توجہ کرنے کا سبب فقیہ زماں یعنی میرے محترم شیخ حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ ہی ہیں۔ فجزاہ اللہ خیراً

وہ غلطی یہ ہے کہ:

محدثِ کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل کی جلد :۱،ص:۲۱۴ پر واقع حدیث ۱۹۶۔ ((لا یقبل اللہ صلوۃ حائض الا بخمار)) اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز سر کے دوپٹے یا اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

کی تخریج کی ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے پھر اس کی تفصیل ص:۲۱۷ تک پھیلی ہوئی ہے اس کے آخر میں الاول: اور الثانی: عنوان دے کر دو نوٹ لکھے ہیں:

الثانی: میں فرماتے ہیں:

قال الحافظ فی التلخیص ص:۱۰۸ (تلخیص کا پاکستان میں مطبوع نسخہ ۱/۲۷۹ حدیث ۴۴۰) بعد ان خرج الحدیث :واعله الدار قطنی بالوقف وقال: ان وقفه اشبه ۔اب ارواء الغلیل میں اس ج:۱/۲۱۷ میں اتنی عبارت کے بعد اگلی حدیث ۱۹۷ کی تخریج شروع ہو جاتی ہے۔

حالانکہ بات اس پر بس نہیں ہوئی تھی بلکہ پوری ۹ سطریں اس کے آگے اور بھی تھیں جو کہ کاتب (کمپوزر) یا ناشر کی غلطی سے ارواء الغلیل کی ج:۱،ص:۲۰۵ میں جا چسپاں ہوئی ہیں اور وہ یہ ہیں:

واعله الحاکم بالارسال وتبعه علی ذالك الصنعانی فی سبل

السلام والشوكانى فى نيل الاوطار دون ان يعزواه اليه على غالب عادتهما وفى هذاالكلام وهمان :الاول:ان الدارقطنى انما اعله بالارسال لا للوقف كما نقلنا انفا عن الزيلعى وابن حجر نفسه:الثانى:انه لا يصح ان ينسب الى الحاكم انه اعله بالارسال ، لانه لوكان كذالك لما اورده فى المستدرك ولما صححه على شرط مسلم لما سبق والصواب ان الحاكم انما اشار الى الخلاف فيه على قتادة معللا بذالك عدم اخراج الشيخين للحديث فى ظنه وليس معنى ذالك انه معلول عند الحاكم كما هو ظاهر بين ۔

اب آپ اس تقدیم وتاخیر کے دلائل بھی سن لیجئے گا۔

اولاً: اس مذکورہ عبارت کے پہلے جملہ ’’واعلہ الحاکم بالارسال‘‘ کا تعلق ارواء الغلیل کے ص:۲۰۵ میں اس جملہ سے پہلے مذکورہ عبارت کے ساتھ قطعاً نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ص:۲۱۷ میں مذکور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول:(واعله الدارقطنى بالوقف وقال ان وقفه اشبه) کے ساتھ ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ محدثِ کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ص:۲۱۷ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ان کی کتاب تلخیص الحبیر سے نقل کیا ہے اور تلخیص میں یہ ساری عبارت اکٹھی لکھی ہوئی ہے ۔دیکھئے تلخیص جلد:۱،ص:۲۷۹،ح:۴۴۰۔

ثانیا: محدثِ کبیر رحمہ اللہ نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ وتبعہ علی ذالک الصنعانی فی سبل السلام والشوکانی فی نیل الاوطار......الخ

اس عبارت میں وارد لفظ وتبعہ میں ہ ضمیر منصوب یہ اس کے قبل مذکور لفظ الحافظ (ابن حجر) کی طرف راجع ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے ایک وہم پر خبردار کرنا:

حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر ۱/ حدیث۴۴۰ کی تخریج میں فرمایا ہے کہ امام دارقطنی اور امام

حاکم نے اس حدیث کو معلول (غیر محفوظ) قرار دیا ہے۔ہاں البتہ انہوں نے اس کی جو علت بیان کی ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

ا۔امام دار قطنی نے اس کے مرفوع ہونے کو غیر محفوظ اس لئے قرار دیا ہے کہ اس کا موقوف ہونا ان کے نزدیک محفوظ ہے۔

۲۔اور امام حاکم نے اس کے موصول ہونے کو غیر محفوظ اس لئے قرار دیا ہے کہ اس کا مرسل ہونا ان کے نزدیک محفوظ ہے۔

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ کی یہی بات بعینہ علامہ صنعانیؒ نے سبل السلام اور علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں بھی نقل کردی ہے لیکن انہوں نے اپنی عام عادت کے مطابق یہ بات حافظ ابن حجر کی طرف منسوب نہیں کی۔شیخ البانیؒ اس بات پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ا۔امام دار قطنیؒ نے اس حدیث کو موقوف قرار نہیں دیا بلکہ انہوں نے اسے مرسل ہی قرار دیا ہے اور اس کے موصول ہونے کو غیر محفوظ قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ زیلعی نے نصب الرایہ ا/ ۲۹۵۔۲۹۶ اور حافظ ابن حجر نے خود اپنی کتاب ''الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ'' کے باب شروط الصلوۃ کی پہلی حدیث کی تخریج میں یہ یہی بیان کیا ہے کہ امام دار قطنی نے اسے مرسل کہا ہے۔

۲۔امام حاکم نے اس حدیث کو مرسل قرار نہیں دیا بلکہ انہوں نے تو اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے (اور مرسل تو امام مسلم کے نزدیک حجت نہیں ہے کیونکہ ضعیف کی قسم سے ہے تو امام حاکم اسے مرسل قرار دینے کے بعد کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے؟)

ثالثا: اگر ص: ۲۰۵ والی عبارت کا تعلق ص: ۲۱۷ والی عبارت کے ساتھ نہ جوڑا جائے تو محدث کبیر رحمہ اللہ کا ص: ۲۰۵ میں مذکور اس قول «کما ذکرناہ اٰنفا عن الزیلعی وابن حجر نفسہ»'' یعنی دار قطنی کا اس حدیث میں ارسال علت بتانا نہ کہ وقف ہم زیلعی اور خود ابن حجر سے ابھی نقل کر آئے ہیں۔''

کے متعلق بھی سوال پیدا ہوگا کہ ان کا یہ قول ارواء الغلیل کے ص: ۲۰۵ سے قبل کہاں مذکور ہوا ہے انہوں نے زیلعی اور ابن حجر سے ارواء کے کون سے صفحہ پر نقل کیا ہے؟ یہ قول تلاش کرنے

کے باوجود بھی نہیں ملے گا لیکن اگر اس عبارت کا تعلق ص:۲۱۷ سے جوڑا جائے تو جواب آسان ہے کہ محدثِ کبیر علامہ البانی نے زیلعی کی نصب الرایہ ا/ ۲۹۵۔۲۹۶ سے یہ بات ارواء کے ص:۲۱۶ کی نچلی سطور میں صراحتاً نقل کی ہے جبکہ ص:۲۱۷ میں حافظ ابن حجر سے یہی بات ان کی کتاب الدرایۃ سے اشارۃً نقل کی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے درایہ باب شروط الصلوۃ کی پہلی حدیث میں امام دارقطنی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا مرسل ہونا صواب اور درست ہے۔

رابعا: علامہ صنعانی نے سبل السلام اور علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اسی حدیث ''لا یقبل اللہ صلوۃ حائض الا بخمار'' کے تحت ہی حافظ ابن حجر کا قول بغیر ان کی طرف منسوب کرنے کے ذکر کیا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ارواء الغلیل ص:۲۰۵ کی عبارت اسی حدیث کے متعلق ہے۔

خامساً: علامہ البانی کا امام حاکم کے متعلق یہ فرمانا کہ: لما صححه على شرط مسلم لما سبق۔ (ارواء الغلیل ص:۲۰۵، سطر:۳ من الاسفل)

''امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ امام حاکم کا اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دینا پہلے بیان ہو چکا ہے''۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ قول پہلے کہاں بیان ہو چکا ہے؟ اب آپ ارواء کے ص:۲۰۵ سے پہلے دیکھیں گے تو کہیں بھی یہ قول نہیں پائیں گے لیکن اگر آپ ارواء کا ص:۲۱۵ سطر۴ پڑھیں گے تو امام حاکم کا حدیث کو ''صحیح علی شرط مسلم'' کہنا پالیں گے۔ یہ وہ قطعی دلائل ہیں جو میں نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے ہیں، اس عبارت میں تقدیم وتاخیر کے۔ بعض لوگ جنہیں اپنے علم پر فخر اور مان ہوتا ہے وہ اگر کسی بڑے عالم کی کسی کتاب میں چھوٹی سی بھی کوئی کتابت یا ناشر کی غلطی دیکھتے ہیں تو فوراً اس کتاب کے مصنف کو کوسنے لگتے ہیں نہ جانے اسے کتنے برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور اس کی تمام خدمات سے چشم پوشی کر جاتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ اہلِ علم کی شان کے مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت کی خدمت میں ایک دوسرے کا باہمی تعاون کرنے کی توفیق دے اور قبولیت سے نوازے۔ آمین!

قراء کرام کے ایک شاندار ماضی کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾[پ: ١٤، آیت: ٩]

’’بے شک ہم ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، محدثین، مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اور پوری امت قرآن اور قرآن کی حفاظت پر مامور رہی۔ عہد نبوی ﷺ سے لے کر آج تک ہر دور میں، ہر طبقہ میں قرآن مجید پڑھنے پڑھانے اور سکھانے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود رہی ہے۔ متعدد محدثین، مفسرین، فقہا، نحاۃ، اہل لغت اپنے اپنے مخصوص فن میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے قاری اور قرأت قرآنیہ کے ماہر بھی ہوتے تھے۔ جبکہ آج کے دور میں اس کا فقدان ہے، اکثر قراء کرام عالم نہیں اور اکثر عالم قاری نہیں ہوتے إلا قليل.

حضرت امام القرّا الشیخ قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ کے حکم وارشاد پر رشد قرأت نمبر میں ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ اور ان کے رفقا نے ایک قابل ذکر و فخر کام کیا ہے۔ آئیں مجلۃ المکرّم کے قارئین کرام! آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ ماضی میں بڑے بڑے سلاطین علم و فن قرآن کے کتنے بڑے بڑے قاری اور قرأت متواترہ کے کتنے بڑے بڑے عالم تھے۔

ہم ان کے اسماء کے ساتھ ساتھ تاریخ وفات بھی لکھیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کوئی دور بھی قرّاءِ کرام سے خالی نہ تھا۔شاید کہ آج بھی مزید توجہ ہو جائے اورعلمِ تجوید وقرأت کی روشنی میں قرآن مجید درست پڑھنے پڑھانے کا ہر خاص وعام اہتمام کرسکیں۔اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

محدثین میں قرّائے کرام

۱۔سیدنا سالم بن معقل رضی اللہ عنہ مولی ابی حذیفہ (توفی فی غزوۃ یمامه)

۲۔سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (م،۲۲ھ) ۳۔سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (م،۱۸ھ)

۴۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م،۳۲ھ) ۵۔سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (م،۴۵ھ)

۶۔سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ (م،۵۸ھ) ۷۔زر بن حبیش رحمہ اللہ (م،۱۲۷ھ)

۸۔ابوالعالیہ رحمہ اللہ رفیع بن مہران (م،۹۰۔۹۳۔۱۰۴ھ)

۹۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ (م،۹۵ھ) ۱۰۔یحیٰ بن یعمر رحمہ اللہ (م،۹۰ھ سے قبل)

۱۱۔مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ (م،۱۰۲۔۳۔۴۔۱۰۸ھ)

۱۲۔الاعرج ابوداؤد عبدالرحمٰن (م،۱۱۷ھ)

۱۳۔عاصم رحمہ اللہ بن ابی النجود (م،۱۲۷یا۱۲۸ھ) جن کی قرأت اوران کے راوی امام حفص رحمہ اللہ کی روایت سارے جہاں میں پڑھی جاتی ہے۔

۱۴۔عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ (م،۱۱۸ھ) عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ (م،۱۲۰یا۱۲۲ھ)

۱۵۔الاعمش سلیمان مہران رحمہ اللہ (م،۱۴۷تا۱۴۸ھ) ۱۶۔ابان بن تغلب رحمہ اللہ (م،۱۴۱ھ)

۱۷۔ابوعمرو بن العلا رحمہ اللہ (م،۱۵۴تا۱۵۷ھ) ۱۸۔ہشام بن الغاز رحمہ اللہ (م،۱۵۳یا۱۵۶)

۱۹۔حمزہ بن حبیب رحمہ اللہ (م،۱۵۶ھ) ۲۰۔ نافع بن ابی نعیم (م،۱۶۹ھ)

۲۱۔عبدالوارث بن سعید رحمہ اللہ (م،۱۸۰ھ) ۲۲۔یحیٰ بن ایمان (م،۱۸۹ھ)

۲۳۔ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ (م،۱۹۳ھ) ۲۴۔سوید بن عبدالعزیز (م،۱۹۴ھ)

۲۵۔ورش عثمان بن سعید رحمہ اللہ (م،۱۹۷ھ) ۲۶۔الحسین بن علی الجعفی رحمہ اللہ (م،۲۰۳ھ)

۲۷۔یعقوب بن اسحٰق رحمہ اللہ (م،۲۰۵ھ) ۲۸۔عبداللہ صالح رحمہ اللہ (م،۲۱۱ھ)

۲۹۔عبداللہ بن یزید عبدالرحمٰن الأھرازی (م ۲۱۲ھ یا ۲۱۳ھ) مولیٰ آل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شیخ الحرم

۳۰۔الزھرانی سلیمان بن داؤد (م،۲۳۴ھ) ۳۱۔عمر بن زرارہ رحمہ اللہ (م،۲۳۸ھ)

نوٹ: علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م،۷۴۸ھ) نے سیر اعلام النبلاء میں محدثین قرّا کرام کے ۳۵ طبقے بنائے ہیں میں نے صرف بارہویں طبقے تک میں سے صرف ۱۳۱ اسماء ذکر کیے ہیں۔اختصار کے پیشِ نظر مزید اسماء تحریر کرنے سے قاصر ہوں۔ربانی

مفسرین میں قرّائے کرام

① مجاہد بن جبیر مکی رحمہ اللہ (م،۱۰۴ھ) ② رفیع بن مہران رحمہ اللہ (م،۹۳ھ)

یونس بن حبیب رحمہ اللہ (م،۸۲ھ) ③ سلیمان بن ابی القاسم رحمہ اللہ (م،۹۶ھ)

④ قاسم بن سلام رحمہ اللہ (م،۲۲۴ھ) ⑤ ہاشم بن عبدالمطلب (م،۲۰۴)

⑥ محمد بن سلیمان ابوجعفر رحمہ اللہ (م،۲۷۵ھ) ⑦ عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ (م،۳۵۰ھ)

⑧ عمر بن احمد رحمہ اللہ (م،۳۷۵ھ) ⑨ محمد بن احمد بن محمد رحمہ اللہ (م،۴۱۷ھ)

⑩ ابن سحنون المرسی رحمہ اللہ (م،۵۲۲ھ) ⑪ احمد بن یوسف رحمہ اللہ (م،۶۸۰ھ)

⑫ عبدالرحمٰن بن محمد الحلالی رحمہ اللہ (م،۸۳۶ھ) ⑬ علی بن حمزہ رحمہ اللہ (م،۹۰۲ھ)

⑭ ابوالخیر محمد (علامہ) جزری رحمہ اللہ (م،۸۳۳ھ)

⑮ المنتخب بن ابی العز رحمہ اللہ (م،۶۴۳ھ) ⑯ احمد بن صدقۃ بن احمد (م،۹۰۵ھ)

مختصراً یہ اسماء تحریر کیے ہیں مزید بھی ائمہ مفسرین کے بہت سے نام ملتے ہیں۔ربانی

فقہائے احناف میں قرّائے کرام

① یعقوب بن اسحٰق رحمہ اللہ (م،۲۵۱ھ) ② احمد بن زھراد السرافی رحمہ اللہ (م،۳۴۴ھ)

③ الحسن بن محمد بن علی رحمہ اللہ (م،۴۴۷ھ) ④ ابراہیم بن یوسف رحمہ اللہ (م،۶۱۲ھ)

⑤ احمد بن البرہان الامام شہاب الدین رحمہ اللہ (م،۷۳۸ھ)

⑥ احمد بن محمد علوی رحمہ اللہ (م، ۴۴۸ھ) ⑦ احمد بن ھبۃ اللہ رحمہ اللہ (م، ۶۲۸ھ)

⑧ جعفر بن ابی علی الحسن رحمہ اللہ (م، ۶۲۳ھ) ⑨ الحسن بن خطیر النعمانی رحمہ اللہ (م، ۵۷۸ھ)

⑩ الحسین بن علی رحمہ اللہ (م، ۶۳۹ھ) ⑪ الحسین بن الحسن رحمہ اللہ (م، ۵۴۰ھ)

⑫ الحسن بن ابی نصر رحمہ اللہ (م، ۵۸۹ھ) ⑬ خلف بن ابی الفتح رحمہ اللہ (م، ۶۱۰ھ)

⑭ شیبان بن الحسن رحمہ اللہ (م، ۴۹۳ھ) ⑮ یوسف بن اسحٰق رحمہ اللہ (م، ۳۵۷ھ)

⑯ محمد بن ایوب رحمہ اللہ (م، ۶۰۵ھ) ⑰ محمد بن الحسن بن محمد الفارسی (م ۶۵۶ھ)

فقہائے مالکیہ میں قرّائے کرام

① ابوجعفر احمد (م، ۲۴۸ھ) ② ابواسحٰق ابراہیم (م، ۲۷۴ھ)

③ ابوعبداللہ محمد بن عمر رحمہ اللہ (م، ۳۰۶ھ) ④ ابوعبداللہ محمد بن سفیان رحمہ اللہ (م، ۴۰۸ھ)

⑤ ابوعمران موسیٰ رحمہ اللہ (م، ۴۳۰ھ) ⑥ ابوالعباس احمد رحمہ اللہ (م، ۴۴۰ھ)

⑦ ابوجعفر احمد رحمہ اللہ (م، ۵۴۲ھ) ⑧ ابومحمد قاسم رحمہ اللہ (م، ۵۹۰ھ)

⑨ ابوعبداللہ محمد رحمہ اللہ (م، ۶۱۰ھ) ⑩ ابوعبداللہ محمد بن احمد رحمہ اللہ (م، ۷۱۲ھ)

⑪ ابواسحٰق ابراہیم رحمہ اللہ (م، ۸۶۶ھ) ⑫ ابوالعباس احمد رحمہ اللہ (م، ۱۰۳۲ھ)

⑬ ابومحمد حمودہ رحمہ اللہ (م، ۱۱۲۵ھ) ⑭ ابوعبداللہ الحاج (م، ۱۲۳۴ھ)

⑮ شیخ ابوالفلاح صالح رحمہ اللہ (م ۱۳۰۹ھ) ⑯ ابوعبداللہ محمد رحمہ اللہ (م، ۱۳۲۵ھ)

فقہائے شافعیہ میں قرّائے کرام

① ابوالقاسم عبید رحمہ اللہ (م، ۳۶۰ھ) ② ابوالحسن علی رحمہ اللہ (م، ۳۷۷ھ)

③ القاضی ابومحمد رحمہ اللہ (م، ۴۴۶ھ) ④ ابوذکریا یحیٰی رحمہ اللہ (م، ۶۱۶ھ)

⑤ ابومحمد جعفر رحمہ اللہ (م، ۵۰۰ھ) ⑥ تقی الدین محمد رحمہ اللہ (م، ۷۲۵ھ)

⑦ شرف الدین ابوسعد رحمہ اللہ (م، ۵۲۳ھ) ⑧ ابومحمد اسماعیل رحمہ اللہ (م، ۴۱۴ھ)

⑨ ابوالمعالی رحمہ اللہ (م، ۶۳۹ھ) ⑩ ابوالعباس احمد رحمہ اللہ (م، ۷۱۸ھ)

فقہائے حنابلہ میں قرّ ائے کرام

① احمد بن محمد رحمہ اللہ (م،۲۷۳ھ) ② خلف بن ہشام رحمہ اللہ (م،۲۳۹ھ)

③ ابوطاہر عبدالباقی رحمہ اللہ (م،۴۶۱ھ) ④ ابوبکر بن علی رحمہ اللہ (م،۴۶۷ھ)

⑤ جعفر بن احمد رحمہ اللہ (م،۵۰۰ھ) ⑥ رجب بن قحطان رحمہ اللہ (م،۵۰۲ھ)

⑦ علی بن عثمان رحمہ اللہ (م،۶۷۲ھ) ⑧ عبدالصمد بن احمد رحمہ اللہ (م،۶۷۶ھ)

⑨ احمد بن یحیٰ رحمہ اللہ (م،۷۲۸ھ) ⑩ محمد بن علی رحمہ اللہ (م،۷۲۷ھ)

نحویوں،لغویوں میں قرّ ائے کرام

① محمد بن محمد بن عباد رحمہ اللہ (م،۳۳۴ھ) ② محمد بن احمد بن عرفۃ رحمہ اللہ (م،۷۸۳ھ)

③ محمد بن موسیٰ رحمہ اللہ (م،۳۵۸ھ) ④ محمد بن ابی الوفا رحمہ اللہ (م،۶۱۰ھ)

⑤ احمد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (م،۵۹۲ھ) ⑥ احمد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (م،۵۵۳ھ)

⑦ احمد بن علی رحمہ اللہ (م،۵۴۰ھ) ⑧ احمد بن عثمان رحمہ اللہ (م،۶۵۷ھ)

⑨ ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ (م،۶۲۷ھ) ⑩ ابراہیم بن عبدالمطلب رحمہ اللہ (م،۶۴۶ھ)

⑪ اسماعیل بن خلف رحمہ اللہ (م،۴۵۵ھ) ⑫ اسماعیل بن ظافر (م،۶۲۳ھ)

⑬ سلیمان بن عبداللہ نحوی مفسر رحمہ اللہ (م،۶۱۲ھ) ⑭ سلام بن سلیمان نحوی رحمہ اللہ (م،۷۰۱ھ)

⑮ یوسف بن محمد علی رحمہ اللہ فقیهاً، فاضلاً، عارفاً، کاملاً مقرئاً، نحویاً...... (م،۷۴ھ)

آئمہ متقدمین،مولفین میں قرّ ائے کرام

① ابراہیم بن اسحٰق الطبری رحمہ اللہ (م،۳۹۳ھ) ② ابراہیم بن عبدالرزاق رحمہ اللہ (م،۳۳۸ھ)

③ ابراہیم بن محمد بن بہادر رحمہ اللہ (م،۸۱۶ھ) ④ ابراہیم بن محمد الجمل رحمہ اللہ (م،۱۱۰۷ھ)

⑤ احمد بن الصقر رحمہ اللہ (م،۳۶۶ھ) ⑥ احمد بن عبداللہ رحمہ اللہ (م،۶۹۰ھ)

⑦ احمد بن علی رحمہ اللہ (م،۷۷۹ھ) ⑧ احمد بن عبداللہ رحمہ اللہ (م،۱۳۵۹ھ)

⑨ اسحٰق بن یوسف رحمہ اللہ (م،۱۹۵ھ) ⑩ اسحٰق بن البہلول رحمہ اللہ (م،۲۵۲ھ)

⑪اسماعیل بن خلف رحمہ اللہ (م،۴۵۵ھ) ⑫اسماعیل بن علی رحمہ اللہ (م،۶۹۰ھ)

⑬ابوبکر بن ابی طالب رحمہ اللہ (م،۴۳۸ھ) ⑭ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ (م،۹۴۵ھ)

⑮الحسین بن عثمان رحمہ اللہ (م،۳۷۸ھ) ⑯الحسین بن محمد رحمہ اللہ (م،۵۴۲ھ)

⑰الحسن بن احمد رحمہ اللہ (م،۳۷۷ھ) ⑱حسن بن احمد بن الحسن رحمہ اللہ (م،۱۹۷ھ)

⑲عثمان بن ابی بکر رحمہ اللہ (م،۴۴۲ھ) ⑳علی بن محمد سلیم رحمہ اللہ (م،۱۱۱۷ھ)

نوٹ:

آ یئے ہم سب مل کر علوم ِقرآن میں سے اس عظیم الشان علمِ قرأت کی طرف ایک قدم اور بڑھائیں اور ان مذکورہ بالا آئمہ کرام کے اس خوبصورت طرزِعمل کو اپنائیں تاکہ اس مستعار فانی زندگی میں اشاعتِ قرآن میں کچھ حصہ ڈال سکیں۔ان شاء اللہ

❀......❀......❀

روشن روشن باتیں

❀......استاد ذہن اور شریف زندگی کا معمار ہوتا ہے۔

❀......ہنر انسان کا سب سے بڑا دوست ہے۔

❀......کردار انسان کا وہ حسن ہے جسے زوال نہیں۔

❀......جس انسان کی سوچ پختہ نہیں اس کے فیصلے بنتے اور ختم ہوتے رہتے ہیں۔

❀......انسان کی ہر خواہش کا پورا ہونا ضروری نہیں کہ پھول کی کچھ پتیاں بکھر بھی جاتی ہیں۔

❀......ہر مشکل انسان کا امتحان لینے آتی ہے۔

❀......اچھی کتاب انسان کی بہترین دوست ہے۔

❀......محبت کرنے سے انسان کی زندگی سنور جاتی ہے۔

محمد علی مہر (درجہ سادسہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

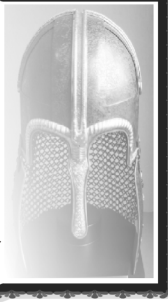

تھے تو یہ آباء تمہارے ہی

تحریر......عمر شہزاد (نہم کلاس، صفہ ماڈل سکول)

ٹیپو سلطان: 10 نومبر، 1750ء تا 4 مئی، 1799ء

ٹیپو سلطان ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف حکومت کرنے والے آخری حکمران تھے، آپ کا پورا نام ''فتح علی ٹیپو'' تھا، آپ کے والد کا نام سلطان حیدر نے جنوبی ہند میں ۵۰ سال تک انگریزوں کو روکے رکھا اور کئی بار شکست دی۔

ٹیپو کا قول تھا:

''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔''

آپ نے برطانوی سامراج کے خلاف ایک مضبوط مزاحمت فراہم کی اور برصغیر کے لوگوں کی غیر ملکی تسلط سے آزاد رکھا۔

سلطان کو اس بات پر اتفاق تھا کہ برصغیر کے لوگوں کا پہلا مسئلہ برطانوی اخراج ہے۔ نظام حیدر آباد دکن اور مرہٹوں نے ٹیپو کی طاقت کو اپنی بقاء کے لیے خطرہ سمجھا اور انگریزوں سے اتحاد کر لیا۔

ٹیپو نے ترکی، ایران، افغانستان اور فرانس سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے، اس لیے انھوں نے اکیلے ہی سنبھالنے کی کوشش کی۔ ٹیپو سلطان مذہبی تعصب سے پاک تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان کی ریاست میں غیر مسلم بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔

ہر وقت باوضو رہتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا بہت پسند کرتے تھے۔ ظاہری نمود و نمائش سے اجتناب کرتے اور ہر شاہی کام سے پہلے ((بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)) پڑھا کرتے تھے۔ حکمران ہونے کے باوجود اتنے سادے تھے کہ زمین پر کھدر بچھا کر سویا کرتے تھے۔

ٹیپو سلطان ہفت زبان حکمران کہے جاتے ہیں، آپ کو عربی، فارسی، اردو، فرانسیسی اور انگریزی سمیت اور کئی زبانوں میں دسترس حاصل تھی۔ آپ مطالعہ کے بہت شوقین تھے اور ذاتی لائبریری کے مالک تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی کتابوں کی تعداد (۲۰۰۰) دو ہزار ہے، اس کے علاوہ سائنسی علوم میں دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ کو برصغیر میں راکٹ کا موجد کہا جاتا ہے۔

ہر جنگ میں اپنی فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے والے ٹیپو سلطان کو اپنے زمانے کے تمام فنونِ سپہ گری میں مہارت حاصل تھی۔ اپنی افواج کو پیادہ فوج کے بجائے سواروں اور توپ خانوں کی شکل میں منظّم کیا۔ اسلحہ سازی، فوجی نظم و نسق اور فوجی اصلاحات میں تاریخ ساز کام کیا۔

ٹیپو سلطان دانشور تھے اور ان میں بہت حوصلہ و برداشت تھی۔ ابھی میسور کی دوسری جنگ جاری تھی کہ حیدر علی کا انتقال ہو گیا، اس کا لڑکا فتح علی ٹیپو سلطان کا جانشین ہوا، ٹیپو سلطان جب تخت پہ بیٹھا تو اس کی عمر ۳۲ سال تھی۔ وہ ایک تجربہ کار سپہ سالار تھا اور باپ کے زمانے میں تمام لڑائیوں میں شریک رہ چکا تھا۔ حیدر علی کی وفات کے بعد ٹیپو سلطان نے تنہا ہی جنگ جاری رکھی، کیوں کہ مرہٹوں اور نظام دکن کے انگریزوں کی سازش کا شکار ہو کر علیحدہ ہو چکے تھے۔ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کو کئی شکستیں دیں، اس کے علاوہ وہ سلطان سے 1784 میں صلح کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ٹیپو سلطان سپہ سالار ہونے کے علاوہ ایک مصلح بھی تھے۔ حیدر علی ان پڑھ تھا مگر سلطان پڑھا لکھا تھا اور دین کے بارے میں بہت سی آگاہی رکھتے تھے۔ نماز پابندی سے پڑھتے اور قرآن پاک کی تلاوت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ٹیپو سلطان نے اپنی ریاست کی عوام کی تمام برائیاں دور کرنے کی اصلاحات کرنے کی کوشش کی۔ شراب اور نشہ آور چیزوں پر پابندی لگا دی اور شادی بیاہ پر ہونے والی تمام فضول رسومات بند کرائیں۔

ٹیپو سلطان نے ریاست سے زمینداریاں ختم کرا دیں تھیں اور کاشتکاروں کو دے دیں تھیں، جس سے کسانوں کو بہت فائدہ ہوا۔ ٹیپو سلطان نے کوشش کی کہ تمام چیزیں ریاست میں تیار ہوں تاکہ باہر سے نہ منگوانی پڑیں، اس مقصد میں اس نے کئی کارخانے قائم کیے۔ جنگی ہتھیار بھی ریاست میں تیار ہونے لگے۔ اس عہد میں پہلی بار ریاست میں بینک قائم کیے گئے۔ ان اصلاحات میں اگرچہ مفاد

پرستوں کونقصان پہنچا اور بہت سے لوگ سلطان کے خلاف ہو گئے، لیکن عوام کی خوشحالی میں اضافہ ہو گیا اور ترقی کی رفتار تیز ہوگئی۔

ٹیپو سلطان کے تخت کی یہ ترقی انگریزوں کو ناگوار گزری، وہ ٹیپو کو جنوبی ہند میں اپنے اقتدار کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھیں۔ میسور اور انگریزوں کی صلح کو مشکل سے چھ سال گزرے ہوں گے کہ انگریزوں نے معاہدے کو بالائے طاق رکھ کر نظام حیدر آباد دکن اور مرہٹوں کے ساتھ مل کر میسور پر حملہ کر دیا۔ اس طرح میسور کی تیسری جنگ 1790 تا 1792 کا آغاز ہوا۔ اس متحدہ قوت کا سامنا کرنا ٹیپو سلطان کے بس میں نہیں تھا، اس لیے اسے اپنی نصف ریاست سے دست بردار ہونا پڑا۔ ٹیپو سلطان ان سے دو سال تک مقابلہ کرتا رہا۔

جنگ میں ناکامی ٹیپو کے لیے بڑی تکلیف دہ ثابت ہوئی، اس نے ہر قسم کا عیش و آرام ترک کر دیا اور اپنی پوری توجہ انگریزوں کے خطرے سے ملک کو نجات دلانے کے طریقے اختیار کرنے میں صرف کر دی۔ وہ نظام دکن اور مرہٹوں سے مایوس ہو چکا تھا، اس لیے اس نے افغانستان، ایران اور ترکی تک اپنے سفیر بھیجے اور انگریزوں کے خلاف اسلامی محافظ بنانا چاہا۔ افغانستان کے حکمران زمن شاہ کے علاوہ اور کوئی ٹیپو سلطان کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے کوئی تیار نہ ہوا۔ شاہ افغانستان بھی پشاور سے آگے نہ بڑھ سکا۔ انگریزوں نے ایران کو بھڑکا کر افغانستان کے خلاف کر دیا، اس لیے شاہ افغانستان کو کابل واپس جانا پڑا۔ انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے آگے امن قائم کرنے کی ایسی شرائط رکھیں، جنھیں کوئی باعزت حکمران تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ نواب عود اور نظام دکن ان شرائط کو قبول کر کے انگریزوں کی بالا دستی قبول کر چکے تھے، مگر ٹیپو نے ان شرائط کو رد کر دیا۔ 1799 میں انگریزوں نے میسور کی چوتھی جنگ چھیڑ دی اور اس بار انگریز فوج کی کمانڈ لارڈ ویلزلی کر رہا تھا جو بعد میں 1815 میں واٹرلو کی جنگ میں جنرل ولینگٹن کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ میر صادق اور میر غلام جیسے دوسرے عہد یداروں کی غداری کی وجہ سے سلطان کو شکست ہوئی اور وہ دارالحکومت سرنگا پٹم کے قلعے کے دروازے کے باہر بہادری سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ 4 مئی 1799 میں اس نے جام شہادت نوش کیا۔ نواب سراج الدولہ، واجد علی شاہ اور بہادر شاہ کے مقابلے میں اس کی موت کتنی شاندار تھی۔

انگریز جنرل پیٹرس کو سلطان کی موت کی اطلاع ملی تو وہ چیخ اٹھا اور بولا کہ اب ہمارے آگے کوئی مشکل نہیں، ہندوستان اب ہمارا ہے۔

انگریزوں نے گرجوں کے گھنٹے بجا کر اور مذہبی رسوم ادا کر کے سلطان کی موت پر مسرت کا اظہار کیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے ملازمین کو انعام و اکرام سے نوازا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اب ہندوستان میں برطانوی اقتدار قائم ہو گیا ہے اور اب انھیں کوئی خطرہ نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر انتقال کے بعد حیدر علی اور ٹیپو سلطان جیسی حیرت انگیز صلاحیات رکھنے والا تیسرا کوئی حکمران نظر نہیں آتا۔ خاص طور پر حیدر علی اور ٹیپو سلطان کو اسلامی تاریخ میں اس لیے بلند مقام حاصل ہے، کیوں کہ انھوں نے دورِ زوال میں انگریزوں کا مقابلہ بڑی سمجھداری اور شجاعت سے کیا، یہ دونوں باپ بیٹے ان حکمرانوں میں سے ہیں جنھوں نے دورِ زوال میں نئی ایجادات کا فائدہ اٹھایا، وقت کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کی اور اپنی مملکت میں فوجی، انتظامی، سماجی اور باقی تمام اصلاحات کی ضرورت محسوس کی۔ انھوں نے فرانسیسیوں کی مدد سے اپنی فوج کی شدید انداز پر تنظیم کی جس کی وجہ سے انھوں نے انگریزوں کا ۳۵ سال تک مقابلہ کیا اور ان کو کئی بار شکستیں دیں۔ اٹھارویں صدی میں جتنا کامیاب مقابلہ انھوں نے کیا اتنا کوئی اور حکمران نہ کر سکا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ برصغیر میں کوئی اور مسلم یا غیر مسلم حکمران فاتح نہیں رہا۔

مسلمانوں کی اسلامی تاریخ مضبوط تھی، حکمران، سپہ سالار اور عظیم شخصیات سے اسلامی تاریخ بھری پڑی تھی۔ جنھیں نرم و ملائم گدیوں سے زیادہ گھوڑوں کی پیٹھ عزیز تھی، جن کے کانوں میں موسیقی سے زیادہ تلوار کی جھنکار رس گھولتی تھی، وہ بہادر مسلمان آج ہمارے اندر موجود نہیں، وہ لوگ قوتِ ایمانی سے سرشار تھے۔ غریب سے غریب کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا مگر اعلیٰ سے اعلیٰ تلوار موجود ہوتی، لیکن آج ہم میں وہ قوت ایمانی وہ جذبہ موجود نہیں ہے جو ان میں تھی۔ آج ہم جہاد کے لیے آمادہ نہیں ہوتے ہم دنیا کی لذتوں میں گم ہو گئے ہیں اور اسلام سے جہاد سے دور ہو گئے ہیں۔ اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر ہم نہیں دیکھتے کہ ہم پانچ نمازوں میں سے کتنی نمازیں ادا کر رہے ہیں، ہم تو صرف نام کے ہی مسلمان بنے پھرتے ہیں۔

نہ کوئی آگاہ حقوق اللہ سے نہ کسی کو پتہ حقوق العباد کا
نہ ہم میں وہ قوتِ ایمانی رہی نہ ہی جذبہ جوشِ جہاد کا

وہ دن اسلام کے سنہری دن تھے جب مسلمان نوجوان کے آئیڈیل صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم اور ٹیپو سلطان جیسے اسلام کے شیر تھے، لیکن آج ہمارا اسلام تنزلی کا شکار ہے اس لیے ہے، کیوں کہ آج ہمارے مسلم نوجوانوں کے ہیرو ''ٹائم کروز'' جیسے بدطینت، آج مسلمان مغربی بے حیائی میں کھو گئے ہیں، ویسی تعلیم، ویسی تربیت، ویسی بول چال، ویسا فیشن اور ویسا ہی رہن سہن اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کی سازش ہے جس کے تحت وہ ہمیں کمزور بنا رہے ہیں، ہمارے ایمان کو ہمارے جسم کو اور ہماری روح کمزور سے کمزور تر بنا رہے ہیں۔ ہم میں آج وہ جذبہ موجود نہیں کہ ہم ان کے اس حملے سے بچ سکیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو بروقت جہاد کے لیے تیار رکھیں اور اپنے اسلام کی حفاظت کریں، جس طرح سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی تھی، جو اسلام کو بچانے کی خاطر یزید کے ظلم وستم سہتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام پر کیوں نہیں چل رہے اور ہم اللہ کی رضا کے مطابق عمل کیوں نہیں کر رہے، اس کی وجہ انگریز، برطانوی اور اسرائیلی لوگ ہیں جو شیطان کے ساتھی ہیں اور جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔

علامہ اقبال نے اسی وجہ سے لکھا ہے:

اللہ کو ہے پامردی مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

ہماری پرورش جہاد کے لیے نہیں ہوئی بلکہ ڈاکٹر، انجینئر اور فلاسفر بننے کے لیے ہوئی ہے۔ کیوں؟ کیا ہماری عقل ختم ہو چکی ہے؟ کیا ہم اپنے دین کی خاطر کچھ نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں! بلکہ مسلمانوں جیسی طاقتور قوم کوئی نہیں، بشرطیکہ ہم یکجا اور اپنے آپ کو جہاد کے لیے تیار کریں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا

کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جذبہ جہاد سے سرشار کر دے اور اپنے اسلام پر کٹ مرنے والا بنا دے۔اس بارے میں علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

آ تجھ کو بتاؤں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

کاتبین رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ

انتخاب: محمد عمران حاصل پوری

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد'' میں ۱۶ کے قریب کاتبین کو شمار کیا ہے۔

خالد بن سعید	عبداللہ بن رواحہ
امیر معاویہ	عمرو بن العاص
ابی بن کعب	زید بن ثابت
عبداللہ بن ارقم	ابوبکر صدیق
ثابت بن قیس	عمر بن الخطاب
حنظلہ بن الربیع	عثمان غنی
مغیرہ بن شعبہ	علی بن ابی طالب
زبیر	خالد بن ولید
عامر بن فہیرہ	(زاد المعاد لابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ۱/۵۹)

میرا پسندیدہ شعر

مصائب میں نہ گھبرانا یہی مومن کی پہچاں ہے
ستم ہنس کر جو سہہ جائے وہی کامل مسلماں ہے

مراسلہ: حافظ عبدالستار المنشاوی سندھ تھرپارکر
(کلاس: قاری محمد ابوبکر المنشاوی حفظہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان میں نفاذ شریعت کی ضمانت
اتباعِ کتاب وسنت

تقریر: امام العصر علامہ حافظ عبدالمنان محدث نورپوری رحمہ اللہ بمقام ضلع اوکاڑہ

تحریر وترتیب: سید رشید احمد لکھوی مدرس جامعہ محمدیہ اوکاڑہ

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ ①

”اے ہمارے رب! ان میں انہی سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انھیں کتاب وحکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے۔“

اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور مقصدِ بعثت بھی بیان کر دیا، وہ کتاب وحکمت کی تعلیم ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک حکمت کا مفہوم سنت ہی ہے۔ لغتِ عرب میں سنت کا معنی طریقہ ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس کا معنی طریقہ مسلوکہ بیان کیا ہے، جب کہ حدیث کا معنی کلام، قول یا بات بیان کرتے ہیں۔ وہ اس کی دلیل قرآن حکیم سے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾ ②

”انھیں کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں۔“

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ ③

”اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔“

بعض اہلِ علم کے نزدیک حدیث کا معنی جدید یا نیا ہے، جیسا کہ ((أَلْعَصْرُ الْحَدِيْثُ)) (نیا زمانہ یا عہد جدید)

بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ قرآن مجید کے لیے حدیث کا لفظ استعمال نہیں ہوسکتا کیوں کہ قرآن مجید حادث نہیں ہے۔ اگر ہم غور کریں تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جو کتاب قیامت تک کے لیے اور اللہ تعالیٰ نے اسے لاریب فرمایا ہے، اس میں ہر اشکال اور اعتراض کا جواب اور حل موجود ہے۔ اگر کسی آدمی کے ذہن میں کوئی خیال یا مفروضہ آئے اور اللہ کو اس کا علم نہ ہو یہ نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ تو ((عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ)) ہے اور ((بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم)) ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے فرقانِ حمید ہی میں لفظ حدیث کو قرآن مجید کے لیے استعمال کر کے اس کی تسلی بخش دلیل عنایت فرما دی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ④

''اب اس قرآن کے بعد کس کتاب پر ایمان لائیں گے۔''

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ ⑤ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے۔''

بلکہ قرآن کے بعض مقامات میں قرآن مجید کے لیے لفظ حدیث کے علاوہ لفظ ''محدث'' بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ ⑥

''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیل کود میں ہی سنتے ہیں۔

اور فرمایا: ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ﴾ ⑦

اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہ اس سے روگردانی کرنے والے بن گئے۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی کتاب اللہ پر لفظِ حدیث استعمال کیا ہے، جیسا کہ خطبہ مسنونہ ہے:

((فَإِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ)) ⑧ ''پس بہترین حدیث کتاب اللہ ہے۔''

اب ہم سنت اور حدیث کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہیں۔ اصولِ حدیث کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سنت و حدیث ہم معنی ہیں۔ ان کی تعریف یہ کی جاتی ہے:

((مَا أُضِيْفَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيْرٍ أَوْ صِفَةٍ)) ⑨

''جس کی نسبت اور اضافت نبی کریم ﷺ کی طرف ہو خواہ قول ہو یا فعل، سکوت و تقریر ہو یا صفت و خوبی (وہ حدیث کہلاتی ہے)''

اس تعریف میں ایک اور بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ لفظ الامر یا واقعہ میں سنت و حدیث کا لفظ استعمال ہوگا جو بغیر کسی علت، شذوذ اور انقطاع کے رسول اللہ ﷺ تک پایہ ثبوت کو پہنچتی ہو۔ یعنی وہ حدیث سنداً صحیح یا کم از کم حسن ہو۔ اور جو بات عمل، تقریر یا صفت پایہ نبوت تک نہ پہنچتی ہو اس کو حدیث یا سنت نہیں کہا جائے گا۔

ایک اور مسئلہ ہے، وحی کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک وحی متلو اور دوسری وحی غیر متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث دونوں ہی متلو ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال نماز ہے۔ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت اور بعض مقامات میں کوئی دوسری سورت یا آیت کی تلاوت کی جاتی ہے، اس کے علاوہ تکبیر تحریمہ کے الفاظ، رکوع و سجود کی دعائیں، دعائے استفتاح اور تشہد کی دعائیں، نیند و بیداری کے اذکار سبھی احادیث نبویہ سے ماخوذ ہیں۔

یہ بات الگ ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف پڑھنے پر دس دس نیکیاں مسلمان کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اور حدیث شریف کے بارے میں اس طرح کی فضیلت میرے علم میں نہیں ہے۔ (اگر کسی صاحب کے علم میں ہو تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہو۔) لیکن ادعیہ ماثورہ پڑھنے پر مختلف قسم کے فوائد و فضائل کی تصدیق خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث بھی متلو ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جہاں تلاوتِ قرآن مجید کے اجر و ثواب کا تذکرہ کیا ہے وہاں ادعیہ ماثورہ کو شب و روز میں زبان زد عام کر کے حدیث کی اہمیتِ تلاوت کو اجاگر کر دیا ہے۔

قرآن مجید میں ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ میں الحکمۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس کے لغوی معنی دانائی، بصیرت اور سیادت کے ہیں، جیسا کہ کتاب کا لغوی معنی ''لکھنا'' یا ''لکھی ہوئی'' ہے۔ لیکن کتاب سے مراد قرآن مجید لیا جاتا ہے۔ اسی طرح اہلِ علم کے نزدیک ''الحکمۃ'' کا اصطلاحی مفہوم سنت و حدیث ہے اور آئمہ کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ ''الحکمۃ'' سے مراد حدیث و سنت ہے۔ چنانچہ امام

محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے اپنی اولین کتاب «ألرسالة» میں «الحکمة» کا معنی حدیث و سنت ہی بیان کیا ہے ⑩

اس پر مستزاد یہ کہ جس طرح کتاب اللہ کی تلاوت ہوتی ہے، اسی طرح ''الحکمۃ'' (حدیث وسنت) کی تلاوت بھی ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ﴾ ⑪

''تمھارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول ﷺ کی جو حدیثیں پڑھی جاتی ہیں، یادرکھو۔''

اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی کتاب وحکمت کی ہی تعلیم دیتے تھے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ⑫ ''انھیں کتاب وحکمت سکھائے۔''

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''تمھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن مجید تو اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی نازل ہوا ہے، جس کے دلائل و براہین بہ کثرت ہیں، لیکن حدیث وسنت کو نازل نہیں کیا گیا ہے۔ جب کہ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حدیث وسنت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازکردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ ⑭

''اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب وحکمت اتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا۔''

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ﴾ ⑮

''اور اللہ کا احسان جو تم پر ہے یاد کرو اور جو کچھ کتاب وحکمت میں سے تم پر نازل کیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی نزولِ حدیث وسنت کی خبر دی ہے، فرمایا:

((أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ)) ⑯

''خبردار! مجھے قرآن اور اس کی مثل ایک اور چیز (یعنی حدیث) بھی دی گئی ہے''

اگر یہ منزّل من اللہ نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو (اپنی ذات پر) شہد حرام قرار دینے پر تنبیہ نہ

فرماتے، لیکن رب العالمین نے اس عمل پر آپ کو خبردار کیا اور آپ منزّل من اللہ ہی کی تعلیم دیتے تھے۔

پتہ چلا کہ کتاب وسنت دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی انہی کی تعلیم ہے اور ان دونوں ہی کی اتباع کا حکم ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ⑰

”تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمھارے رب کی طرف سے آئی ہے۔“

اور حجۃ الوداع کے خطبے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ)) ⑱

”میں تمھارے لیے دو ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے تھامیں رکھو گے گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔“

«« تمسك بالكتاب و السنة »» کا مطلب یہ ہے کہ تین بنیادی امور کو کتاب وسنت کے تابع کرلیا جائے۔

① فکر وعقل ② صورت وشکل ③ قول وعمل

اگر کوئی مسلمان ان امور کو کتاب وسنت کے مطابق کر لیتا ہے تو گویا اس نے خود کو کتاب وسنت کا متبع اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا متبع کرلیا ہے۔

یہی اطاعت اور اتباع غلبۂ اسلام اور نفاذ شریعت کی ضامن ہے۔ اگر ہم غلبہ اسلام اور نفاذ شریعت کے متمنی ہیں تو ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر کتاب وسنت کی پیروی کرنا ہو گی اور ہر اس غیر شرعی طریقہ، جس کو ہم نفاذ شریعت اور غلبہ اسلام کا راستہ سمجھ بیٹھے ہیں، مثلاً احتجاج، جلسے جلوس، ہڑتالیں وغیرہ کو ترک کرنا ہو گا، کیوں کہ انبیاء ورسل میں سے کسی نے بھی یہ راستہ نہیں اپنایا۔ اور خصوصاً محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی زندگیوں پر اسلام کے احکام لاگو کیے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں غلبہ عطا فرمایا اور غیر مسلموں اور منافقوں پر ان کی ہیبت طاری

کردی۔اور منافق کو بھی بامر مجبوری ارکانِ اسلام نماز وغیرہ ادا کرنے کے لیے مسجد میں آنا پڑتا تھا۔

اب معاملہ الٹ ہے، نام نہاد مسلمان مسجد میں جانا سزا تصور کرتا ہے اور اسلام کے ارکان کی ادائیگی میں کاہلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمان غالب کی بجائے مغلوب اور حاکم کی بجائے محکوم و مجبور ہیں۔اس دور میں صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کا طرزِ عمل اپنانے کی سخت ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔آمین بتاریخ: 24 شعبان 1431 / 17 اگست 2009

حوالہ جات:

① سورة البقرة : ١٩٤/٢ ② النساء: ٧٨/٣ ③ النساء : ٨٧/٣ ④ المرسلات: ٥٠/٧٧ ⑤ الزمر: ٢٣/٣٩ ⑥ الانبياء : ٢/٢١ ⑦ الشعراء: ٥/٢٦ ⑧ صحيح البخارى، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ (٧٢٧٧) ⑨ تيسير مصطلح الحديث للدكتور محمود الطحان، ص: ١٩ (مترجم) ⑩ الرسالة للشافعى رحمه الله ⑪ القرآن العظيم سورةالاحزاب: ٣٤/٣٣ ⑫ البقرة: ١٢٩/٢ ⑬ البقرة: ١٥١/٢ ⑭ النساء: ١١٣/٣ ⑮ البقرة: ٢٢٩/٢ ⑯ سنن ابى داؤد، كتاب السنة ، باب فى لزوم السنة، رقم الحديث (٤٦٠٤) صححه البانى: صحيح الجامع الصغير: (٢٦٤٣) ⑰ القرآن العظيم سورةالاعراف: ٣/٧ ⑱ موطا امام مالك رحمه الله، كتاب الجامع، باب النهى التولى عن القدر

کسی مسلمان آدمی کو خوشی عطا کرنا

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ سُرُوْرٌ تَدْخُلُهُ علٰى مُسْلِمٍ))

''اللہ عزوجل کے ہاں تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ خوشی بھی ہے کہ جو تم کسی دوسرے مسلمان کو عطا کرو۔'' صحيح الجامع الصغير (١٧٦)

انتخاب: محمد بن عرفان (درجہ اولیٰ)

خودکشی عام ہورہی؟

موجودہ معاشرے میں لوگ اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں اس کے نتیجے میں بھیانک اور مہلک گناہوں میں زندگیاں بسر کررہے ہیں۔ بے علمی کی انتہا ہے کہ ذرہ سی بات پر اپنے آپ کو موت کی گھاٹ اتار دیتے ہیں!! شاید ایسے لوگوں کو علم نہیں ہے کہ اس طرح کرنے سے مصیبتیں دور نہیں ہوتیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ مصیبتیں اور تکلیفیں شروع ہو جاتی ہیں! شاید اچھی تربیت کا بھی فقدان ہے والدین اور اساتذہ لوگوں کی اس طرح تربیت نہیں کررہے جس طرح کرنی چاہئے کہ ان میں صبر وتحمل کا جزبہ پیدا کیا جائے اور قرآن وحدیث کو مضبوطی سے پکڑنے کا حرص پیدا ہو۔ تقوی جیسی عظیم نعمت سے لذت اٹھائیں، میڈیا، انٹرنیٹ کے غلط استعمال نے بھی لوگوں میں خودکشی کے عناصر کو جنم دیا ہے کہ کنٹرول سے باہر ہو جاتے ہیں، اسی طرح لوگ تو نماز کے قریب نہیں آتے اسلامی احکام سے دور، دور نظر آتے ہیں وہ خودکشی نہ کریں تو اور کیا کریں، جتنے بڑے گناہ ہیں اتنے ہی ہمارے معاشرے میں زیادہ ہو رہے ہیں۔ خودکشی میں ملوث مرد وخواتین ہی نہیں بلکہ بچے بھی شامل ہیں!!! چند دن پہلے ایک بزرگ نے مجھے کہا کہ میرا چھوٹا بچہ اپنی امی سے کہتا ہے کہ مجھے فلاں سکول سے اٹھالو ورنہ میں چھت سے چھلانگ لگادوں گا!!! روزانہ اخبارات میں یہ خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ باپ نے تھوڑا سا ڈانٹا تو بیٹے نے اسی وقت کہہ دیا کہ میں ابھی خودکشی کررہا ہوں! بیٹی کی بات نہ مانی تو اس نے خودکشی کرلی، غربت کی وجہ سے اپنے آپ کو موت کی گھاٹ اتارلیا! میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا تو خاوند یا بیوی نے بجلی کو ہاتھ لگالیا! انصاف نہ ملنے پر اپنے آپ کو مار ڈالا! اس طرح کی خبریں ہمیں روزانہ اخبارات میں

پڑھنے کو ملتی ہیں !! یہ لوگ قصوروار ہیں کہ انھوں نے خودکشی کا ارتکاب کیا لیکن ہم نے ان کو اس سے بچانے کے لئے ان کی دینی تعلیم وتربیت کا کیا کوئی خاص انتظام کیا ہے کہ جس میں نوجوان طبقہ کو اسلامی تربیت پر مشتمل کورسز کروائے جائیں، ان کی تربیت کی جائے اور ان میں صبر وتحمل پیدا کیا جائے !اگر انتظام ہے تو الحمدللہ ورنہ جلدی شروع کیجئے والدین اور اساتذہ خصوصی توجہ دیں اپنے سکولز ، یونیورسٹیوں، کالجوں، محلوں اور گھروں میں خودکشی کی مذمت اور صبر پر لیکچرز کا اہتمام کروائیں تاکہ امت مسلمہ اس کبیرہ گناہ سے باز آجائے۔

اس کبیرہ گناہ سے امت مسلمہ کو بچانے کی خاطر حقیقت پر مبنی ایک پیغام شائع کیا جارہا ہے شاید کوئی مسلمان خودکشی جیسی لعنت سے باز رہے اور تکالیف میں صبر اور ثابت قدمی کو اپنا شیوہ بنائے۔

خودکشی ایک کبیرہ گناہ!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ہتھیار سے خودکشی کرے تو جہنم میں وہ ہتھیار اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس ہتھیار سے جہنم میں وہ شخص خود کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا اور جو شخص زہر سے خودکشی کرتا ہے وہ جھنم میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ پہاڑ سے گرتا رہے گا۔(صحیح مسلم)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ نووی لکھتے ہیں: خودکشی کبیرہ گناہ ہے لیکن کفر نہیں ہے اس کے ارتکاب سے انسان دائمی جھنمی کیوں ہے؟ اس کے دو جواب ہیں: ا: جس شخص نے خودکشی کو حلال سمجھ کر کیا حالانکہ اس کو خودکشی کے حرام ہونے کا علم تھا لیکن اس نے اس کو حلال سمجھا اس لئے ہمیشہ جھنم میں رہے گا۔ ۲: اس حدیث میں ہمیشہ سے مراد زیادہ وقت ہے یعنی وہ شخص زیادہ وقت عذاب میں مبتلا رہے گا۔

نوٹ: اگر اللہ تعالی چاہے تو اس کو معاف بھی کرسکتا ہے اس مسئلے پر آگے بحث ہوگی۔

خودکشی کرنے والے ذرہ سوچ!

کہ اللہ تعالی نے تیری قسمت میں کتنی خوشیاں لکھی ہیں، کتنی نیک صالح اولاد لکھی ہے، کتنی جائیداد لکھی

ہے، کتنی کاریں اور کوٹھیاں بنگلے لکھے ہیں، لیکن تو ان کو لینے سے انکار کر رہا ہے۔

اب تو شاید غریب ہے لیکن کل کو تیرا مستقبل کتنا روشن ہونا ہے، اب شاید تجھے پریشانیاں لاحق ہیں لیکن کل تجھے کتنی خوشیاں ملنے والی ہیں۔ کچھ تو سوچ! صرف آج کو چھوڑ دے کل پر نظر رکھ، موت تو آنے ہی والی ہے اللہ تجھے زندگی دینا چاہتا ہے لیکن تو اللہ تعالی سے اعلان جنگ کر رہا ہے اور خودکشی کر رہا ہے نہ جانے تجھ سے کتنے لیڈر اور کمانڈر اللہ تعالی نے پیدا کرنے ہیں، کتنے ولی اور محدثین تیری اولاد میں ہونے ہیں، کتنے سپہ سالار اور مجاہدین کا تو نے باپ بننا ہے!!! میری یہ باتیں بار بار پڑھ اور خودکشی سے باز آجا۔۔۔ یہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ ایک تنگی کے بعد دوہری خوشیاں ملتی ہیں ان کا انتظار کر ۔۔آج تو اکیلا ہے کل تیری ایک فوج ہوگی جن کی تو تربیت کرے گا اور کسی کا خاوند کسی کا باپ کسی کا نانا کسی کا دادا کسی کا استاد بننے والا ہے، ہوسکتا ہے اللہ تجھے کتنی عزتوں سے سرفراز کرے۔ یہ کسی کو نہیں معلوم کہ آج وہ جیلوں میں پھنسا پریشان ہے اور کل کو وہی ملک کا صدر بننے والا ہو۔آج گداگر ہے تو کل کو وزیراعظم کا باپ بننے والا ہے۔۔۔دیکھ اپنے اردگرد سوال کر اپنے والدین سے کہ فلاں کو اتنی عزت کیوں ملی؟ فلاں امیر کیسے ہوا؟ فلاں جاگیردار کیسے بنا؟؟؟ ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ہم پر ایک وقت وہ بھی تھا کہ ہمارے والد محترم نے ہماری امی سے کہا کہ میرا آم کھانے کو دل کرتا ہے امی جواب دیتی ہے کہ تمہیں آم کھلاؤں یا بچوں کے پیٹ بھروں!!؟؟ وہ دوست کہنے لگا کہ الحمدلله یہ وقت ہے ہمارے صرف ایک بھائی کی ماہانہ تنخواہ پچاس ہزار سے زیادہ ہے باقیوں کے کاروبار الگ ہیں!!!!!

خودکشی کرنے کے بعد!

جب کوئی اس کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو لوگ برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں! مثلا یہ جہنم میں جائے گا! اس نے بہت برا کام کیا ہے؟ یہ کمزور نکلا ہے؟ اس نے بے صبری سے کام لیا ہے؟ اس میں عقل نہیں تھی کیا؟ یہ اللہ تعالی کو کیسے حساب دے گا؟ کئی علماء کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے اس کا جنازہ نہیں پڑھنا؟!! اس کے رشتہ دار بہت زیادہ پریشان ہوتے ہیں اور نہ جانے ان پر کیا گزرتی ہے!! خود

کشی کرنے والے کو یہ باتیں بھی یاد رکھنی چاہیئے !!خودکشی سے آرام نہیں ملتا بلکہ اپنے آپ کو جہنم کے سپرد کرتا ہے، عذاب قبر کے سپرد کرتا ہے کون ہے عقل مند جو چھوٹی مصیبت سے نکل کر اپنے آپ کو جھنم کے حوالے کرے !!دنیاوی مصیبتیں چھوٹی پریشانیاں ہیں اس میں تو دلاسہ دینے والے اور سمجھانے والے بہت زیادہ ہوتے ہیں غم ہلکا ہوہی جاتا ہے، پریشانی ختم ہوہی جاتی ہے لیکن قبر میں جھنم میں کوئی بھی دلاسہ دینے والا نہیں ہوتا!! کیوں یہ غلطی کررہے ہو! صبر کرو! جلد ہی پریشانی دور ہوجائے گی، اللہ تعالی کی طرف رجوع کریں، نیک لوگوں اور علماء میں سے کسی سے مشورہ کریں!

خودکشی کیا اللہ تعالی سے جنگ نہیں!

جی ہاں خودکشی اللہ تعالی سے جنگ ہے اس لیے خودکشی کرنے والا ناکام رہے گا اللہ تعالی کو غصہ آتا ہے کہ میرا بندا ہوکر مجھ سے جنگ کررہا ہے !!میں تو اس کو زندگی دینا چاہتا ہوں مگر یہ ختم کرنا چاہتا ہے!!

خودکشی کرنے والا پہچانا جاتا ہے اسے پہچانیے اور اس کا خیال رکھیے؟

اہم بات یہ ہے کہ خودکشی کا ارادہ دراصل ایک خاص ذہنی کیفیت میں کیا جاتا ہے، ڈپریشن، افسردگی کی انتہائی کیفیت ہے جس میں انسان کے مجموعی جسمانی افعال متاثر ہوتے ہیں۔ ڈپریشن کا شکار ہونے والا انسان انتہائی تھکاوٹ اور بے چینی محسوس کرتا ہے اسے اپنی لاچارگی کا حددرجہ احساس ہوتا ہے اس کیفیت میں بھوک پیاس بھی نہیں لگتی، دنیا اسے تاریک اور زندگی بے معنی محسوس ہوتی ہے انسانی سوچ کے اس حدتک پہنچنے کے پیچھے جو عوامل کارفرما ہوتے ہیں ان میں پے درپے ناکامیاں، صدمات، رکاوٹیں اور تناؤزدہ ماحول سرفہرست ہیں۔ وہ کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتا، اور اشاروں میں کہتا پھرتا ہے کہ فلاں وقت یا دن میرا آخری دن ہے، وجہ پوچھنے پر کہتا ہے کہ میں کبھی نہیں بتاؤں گا !!جب کسی کی اس طرح کی صورت حال ہو تو ہمیں اس پر کڑی نگرانی کرنی چاہیئے، اس کو اکیلے نہیں رہنے دینا چاہیئے بلکہ ہر وقت کوئی نہ کوئی اس کے پاس ضرور موجود ہو، تاکہ وہ اس عمل سے باز رہ سکے، اگر ہوسکے تو دینی پروگرام یا میٹنگ میں ساتھ لے جائیں تاکہ اسے سکون ملے اگر اس کی پریشانی کا

تناؤ زیادہ محسوس ہو رہا ہو تو اسے نشے کی عارضی سی کوئی چیز کھلا دی جائے تا کہ کچھ دیر سونے کے بعد اٹھے گا تو سکون محسوس کرے گا۔ میرے خیال میں خودکشی ایک بہت بڑا گناہ ہے اس سے بچانے کے لئے جو بھی کام کرنا پڑے کریں لیکن اس کو خودکشی سے بچائیں۔نوٹ: نشہ حرام ہے اس میں کوئی شک نہیں جو ہم نے کہا ہے اس سے مقصود خودکشی سے بچانا ہے اور کوئی مقصد نہیں!

خودکشی سے چھٹکارہ کیسے ممکن ہے!

درج ذیل باتوں پر عمل کرنے سے اس کبیرہ گناہ سے چھٹکارہ ممکن ہے مثلا

۱: قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں۔۲: اپنے اندر اللہ تعالی کا ڈر پیدا کریں۔۳: علمائ کرام اور نیک لوگوں سے رابطہ رکھیں اور ان کے پاس بیٹھنے کی عادت بنائیں اپنی تکالیف ان کے سامنے بیان کریں اور ان کا حل تلاش کرتے رہیں۔۴: آخرت کی خطرناک سزاوں کو کبھی نہ بھولیں!

۵: پریشانی اور مصیبت میں صبر کرنا فرض ہے اس پر عمل کریں!

کیا خودکشی کرنے والے کے لئے بھی معافی ہے؟

مفتی پاکستان استاد محترم حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: خودکشی واقعی بہت بڑا جرم "خلود فی النار" (جہنم میں ہمیشہ رہنے) کا موجب ہے مگر یہ کہ اللہ کو کوئی نیکی پسند آجائے تو ممکن ہے نجات کا ذریعہ بن جائے جس طرح کہ ایک مہاجر کے بارے میں صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے کہ اس نے تکلیف کی وجہ سے انگلیاں جوڑوں سے کاٹ دیں۔خون بہہ نکلا، اس سے موت واقع ہوگئی۔بعد میں ایک دوست (طفیل دوسی رضی اللہ عنہ) بحالت خواب ملاقات ہوئی۔دریافت کیا کیا حال ہے؟ کہا میری ہجرت کی وجہ سے اللہ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔کہا ہاتھ کیوں ڈھانپ رکھا ہے؟ کہا رب نے فرمایا: اس فعل کا ارتکاب چونکہ تو نے کیا ہے لہذا اسے خود ہی درست کرو۔نبی ﷺ کو جب اس بات کا علم ہوا تو فرمایا: اللھم ولیدیہ فاغفر "اے اللہ اس کے ہاتھوں کو بھی معاف فرما۔(صحیح مسلم:) اس واقعہ سے معلوم ہوا (اگر خودکشی کرنے والے کا کوئی اچھا عمل ہے جس سے اللہ تعالی راضی ہے مثلا والدین کی خدمت، سخاوت وغیرہ تو اللہ تعالی اس کو خودکشی

کرنے کے باوجود بھی معاف فرما دیں گے لیکن وہ خودکشی کو حلال نہ سمجھتا ہو۔اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے) کہ خودکشی کرنے والے کے لئے بخشش کے لئے دعا ہو سکتی ہے۔دوسرا قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے: اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کے چاہے معاف کر دے۔(النساء:١١٦)اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا شرک کے علاوہ جملہ گناہوں سے درگزر ممکن ہے۔اس کے عموم میں خودکشی بھی شامل ہے اور جہاں تک اس حدیث (خودکشی کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا) کا تعلق ہے جو سائل نے ذکر کی ہے،اس کی تاویل طول مکث (زیادہ مدت رہنے) سے ممکن ہے(یا اس شخص کے لئے ہے جو خودکشی کو حلال سمجھ کر کرتا ہے) جس طرح کہ قرآن مجید میں ایک آیت:اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ (جلتا) رہے گا(النساء:٣٩) کی تاویل وتفسیر طول مکث یعنی عرصہ دراز سے کہ گئی ہے۔(فتاوی ثنائیہ مدنیہ جلد:١ صفحہ ٨٦٤-٨٦٥) برائیوں کی عبارتیں میری طرف سے ہیں۔الحسینوی

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ اور اس کے لئے بخشش کی دعا کرنا:

سماحة الشيخ مفتي سعودي عرب ابن باز رحمه الله ایک سوال کا جواب دیتے ہیں:
خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا،اس کا جنازہ بھی پڑھایا جائے گا۔اور اسے مسلمانوں کے ساتھ ہی دفن کیا جائے گا اس لئے کہ وہ گناہ گار ہے،کافر نہیں،کیونکہ خودکشی معصیت ہے کفر نہیں،لہذا جو شخص خودکشی کرے،والعیاذ باللہ اسے غسل دیا جائے گا،اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے کفن دیا جائے گا لیکن معروف عالم دین اور ایسے لوگوں کو جن کی خاص اہمیت ہو چاہیے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں تا کہ یہ گمان نہ ہو کہ وہ اس کے عمل سے راضی ہیں،اس لئے معروف عالم دین، بادشاہ ،قاضی چیئر مین بلدیہ یا امیر شہر اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے جنازہ ترک کر دیں اور یہ اعلان کر دیں کہ خودکشی کرنا غلط ہے لیکن بعض نمازیوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھ لینی چاہیئے۔

(فتاوی اسلامیہ :جلد ٢ صفحہ:٩٩)

وہ خودکشی سے کیسے بچا!؟

راقم سے کئی مردوں اور عورتوں نے اپنے حالات سے تنگ آکر کہا کہ ہم خودکشی کرنا چاہتے ہیں میں نے ان سے مفصل بات کی اور وجہ پوچھی اور ان کو سمجھایا تو وہ اللہ تعالی کی توفیق سے مطمئن ہوگئے اور اب وہ خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں ان سے جو میرے مکالمے ہوئے وہ پڑھیں شاید کہ آپ بھی خودکشی سے بچ سکیں۔ دوستوں کے نام صیغہ راز میں رکھتے ہوئے صرف مخفف لکھوں گا۔

الف: بھائی جان میں زندگی سے بہت تنگ ہوں کیوں کہ میں چل نہیں سکتا میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا جس کی وجہ سے میں چلنے سے عاجز ہوں اب میرا زندہ رہنے کو دل نہیں کرتا خودکشی کرنا چاہتا ہوں!

ابن بشیر الحسینوی: میں آپ سے چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں ان پر غور کریں ان شاء اللہ آپ ضرور مطمئن ہوں گے۔

۱: آپ ساری عمر تندرست رہے اور تندرستی اللہ تعالی کی طرف سے تھی اب اسی اللہ تعالی نے آپ کو بیمار کیا ہے تو آپ ناشکری کرتے ہوئے اللہ تعالی کی اپنے اوپر بے شمار نعمتوں کو بھلا رہے ہو پہلے تندرستی کی نعمت ۔اب بھی تم کھاتے ہوں، بولتے ہوں، سنتے ہو، سوچتے ہو، اپنے اہل وعیال کے پاس ہو سارے تمہاری خدمت کرر ہے ہیں، یہ کتنی بڑی نعمتیں ہیں۔شاید آپ نے غور نہیں کیا کہ چلنا صرف ایک نعمت سے عارضی طور پر محروم ہو اس سے بھی جلد ہی آپ کو شفا مل جائے گی ان شاء اللہ۔ہم آپ کی شادی کریں گے اللہ تعالی آپ سے بہت بڑے نوجوان افراد پیدا کرے گا ان میں سے بعض لیڈر بعض محدثین پیدا ہوں گے آپ کا دنیا میں نام رہے گا۔ان شاء اللہ

۲: آپ فارغ نہ رہیں بلکہ چھوٹا سا کاروبار شروع کریں تا کہ مصروف رہیں جب انسان فارغ رہتا ہے تو ویسے ہی عجیب وغریب باتیں سوچتا رہتا ہے اپنے آپ کو مصروف کرو۔

۳: علماء کرام اور نیک دوستوں سے ملاقاتیں کیا کرو وہ آپ کو سمجھاتے رہیں گے اور آپ کو تسلی دیتے رہے گے آپ کی پریشانی ختم ہوتی رہے گی۔

۴: دینی کتب کا مطالعہ کیا کریں اللہ تعالی آپ سے بڑا دینی کام لے گا۔ان شاء اللہ۔

ن: بھائی میں آپ کی ان باتوں پر ضرور عمل کروں گا آپ میرے لئے دعا بھی کیا کریں اور جب بھی گاؤں آئیں مجھے ملتے رہا کریں اور قیمتی باتوں سے دل کو منور کیا کریں۔

ابن بشیر الحسینوی: جی ضرور میں دعا بھی کروں گا اور گاوں آ کر وقت بھی دیا کروں گا ان شاء اللہ

اللہ کی قسم میرے اس بھائی نے میری باتوں پر عمل کیا اب وہ کئی سالوں سے موبائلوں کی اپنی دکان پر ہوتا ہے اور خوش خرم زندگی گزار رہا ہے والحمد للہ۔طبیعت بھی پہلے سے کافی بہتر ہے۔اگر وہ خودکشی کرتا تو دنیا اور آخرت کی رسوائی سے دوچار ہوتا۔

ایک دوسرا دوست:

ب: بھائی جان میں خودکشی کرنا چاہتا ہوں پہلے تین بار کوشش کر بھی چکا ہوں لیکن اللہ تعالی نے مجھے بچایا ہے، میں زندگی سے بڑا پریشان ہوں میری رہنمائی کریں۔

ابن بشیر الحسینوی: محترم آپ اپنی پریشانی کی وضاحت کریں تاکہ میں رھنمائی کر سکوں۔

ب: محترم میں شراب پیتا ہوں اور برے کام بھی کرتا ہوں میرا والد میرے کہنے پر میری شادی نہیں کر رہا اگر میں شراب نہ پیوں اور برا کام نہ کروں تو مرتا ہوں اس لئے خودکشی کرنا چاہتا ہوں!

ابن بشیر الحسینوی: میرے بھائی یہ تو کوئی بات نہیں ہے کہ شادی نہیں ہو رہی ہم آپ کی سفارش کر دیتے ہیں ان شاء اللہ۔جلدی شادی ہو جائے گی

آپ وقت نکالیں دینی مدرسہ میں داخل ہو جائیں ان شاء اللہ دونوں بری عادتیں جلد ہی ختم ہو جائیں گی اور دینی کتب کا مطالعہ کیا کریں اپنے آپ کو فارغ نہ رکھیں اور تنہائی سے بچیں،شراب پینے سے انسان کا دماغ ختم ہو جاتا ہے اور جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے بری محفلوں سے بچیں یہ عقیدہ مضبوط کریں کہ اللہ تعالی مجھے ہر جگہ دیکھ رہا ہے۔میری ان باتوں پر عمل کریں اور اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔

ب: میں آپ کی باتوں پر ضرور عمل کروں گا۔

اللہ کی قسم! اس بھائی نے مدرسہ میں داخلہ لیا اور کافی پڑھا اب بیٹی اور بیٹے کا باپ ہے کئی مرتبہ عمرہ بھی کر چکا ہے اور اچھی ملازمت پر کام کر رہا ہے اور بہت ھشاش بشاش زندگی گزار رھا ھے۔

اگر وہ خودکشی کرتا تو دنیا اور آخرت کی رسوائی سے دوچار ہوتا

کیا پریشانی کا حل خودکشی ہے!

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کو تھوڑی سی پریشانی آئے تو وہ فورا خودکشی کر لیتے ہیں، حالانکہ پریشانیاں ہر وقت نہیں رہتیں بلکہ کچھ عرصہ پریشانی رہتی ہے تو پھر ختم ہو جاتی ہے۔ اور پریشانیاں زندگی کا حصہ ہیں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے تقدیر برحق ہے، فرشتوں اور انسانوں میں اس کبیرہ گناہ سے امت مسلمہ کو بچانے کی خاطر یہ حقیقت پر مبنی ایک پیغام شایع کیا جا رہا ہے شاید کوئی مسلمان خودکشی جیسی لعنت سے باز رہے اور تکالیف میں صبر اور ثابت قدمی کو اپنا شیوہ بنائے۔ کئی ایک فرق ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو پریشانی دکھ اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے پریشانی کے وقت اللہ تعالی کو یاد کرنا چاہئے اور علماء اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے ،تو ان شاء اللہ جلدی ہی پریشانی ختم ہو جاتی ہے! دنیا کی کی پریشانی چھوٹی ہے اور اس سے نجات پانے کے بے شمار طریقے بھی ہیں لیکن خودکشی کے بعد کی پریشانی بہت بڑی ہے اللہ تعالی سب کو محفوظ فرمائے!

خودکشی کرنے والے کی طرف سے صدقہ خیرات کرنا:

جس سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اس کے اہل وعیال کو چاہئے کہ اس کے لئے بخشش کی دعا بھی کریں اور صدقہ جاریہ بھی کریں مثلا مسجد بنا دیں یا مسجد میں کوئی کمرہ بنا دیں یا نیک فقیروں کی سرپرستی کریں یا کوئی دینی کتاب اس کی طرف سے شائع کر دیں، تاکہ اس کا ثواب اسے مسلسل پہنچتا رہے شاید کہ اللہ تعالی اس وجہ سے اسے معاف فرما دے۔

کیا غربت کا حل خودکشی ہے۔؟

کتنے لوگ صرف اس وجہ سے خودکشی کرتے ہیں کہ غربت ہے!! حالانکہ غربت کے کئی ایک حل موجود ہیں جس پر عمل کیا جائے تو ضرور حالت بہتر ہو گی مثلا۔ ۱: اللہ تعالی سے دعا کرے کہ اے اللہ مجھ پر رحم فرما اور میر لئے رزق حلال وسیع فرما۔ ۲: نمازوں کا اہتمام کرے اور کثرت سے استغفار کرے۔ ۳: محنت مزدوری کرے۔ ۴: کسی سے قرض لینا پڑے تو لے کر اپنا کام چلائے۔ ۵: اپنے

والدین اور رشتہ داراں سے تعاون لے کر کاروبار شروع کرے۔ کتنے ہی لوگ ایسے گزرے ہیں جو بے چارے پتے کھا کر گزارا کرتے تھے اور ساری انسانیت کے سردار ہمارے پیارے رسول ﷺ بھی تو غریب ہی تھے کئی کئی دن گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔اور غربت وامیری اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالی انسان کی حالتیں بدلتا رہتا ہے کبھی امیری اور کبھی غریبی۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ غربت کا حل ضرور ہے لیکن اس کا حل خودکشی ہرگز نہیں ہے۔

اگر میاں، بیوی کا اختلاف ہو جائے تو اس کا حل!

بے شمار لوگ اس وجہ سے خودکشی کر رہے ہیں کہ ان کی میاں بیوی کی آپس میں ناچاکی ہوگئی یا کسی بات پر اتفاق نہ ہوا تو خاوند یا بیوی نے خودکشی کر لی، حالانکہ اس کے کئی ایک حل ہیں خودکشی حل نہیں ہے مثلا

۱:اپنے والدین ، بہن بھائیوں یا سسرال کو خبر دی جائے کہ وہ میری بیوی کو سمجھائیں ،اس طرح اختلاف حل ہو جاتا ہے۔میاں بیوی کا آپس میں اختلاف ہو جاتا ہے لیکن اس کا حل خودکشی نہیں بلکہ افہام وتفہیم ہے۔

۲:اگر پھر بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا تو فیصلہ کرنے والے محترم شخصیات کو اپنی پریشانی بتائی جائے اور یہ طبقہ ہر ہر جگہ موجود ہوتا ہے وہ بڑے اچھے طریقہ سے مسئلہ حل کر دیتے ہیں اور وہ فریقین کو مجلس میں بلا کر تنبیہ بھی کرتے ہیں کہ آئندہ سے اگر بیوی کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچی تو اتنا جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔

۳:اگر پھر بھی کوئی حل نہ نکلے تو گورنمنٹ عدالتیں کس لئے بنائی گئی ہیں ان کی طرف رجوع کیا جائے اور انصاف کی اپیل کی جائے ضرور مسئلہ حل ہوگا۔

۴:اگر پھر بھی حالات بہتر نہیں ہو رہے تو طلاق دے کر فارغ کیا جائے کیوں کہ طلاق دینا جائز ہے اللہ تعالی کا حکم ہے اس پر عمل کیا جائے اور بہتر بیوی تلاش کر کے دوبارہ شادی کر لی جائے۔

ان چار باتوں میں جس طرح کی مرضی ناچاکی ہے وہ ضرور ختم ہو جاتی ہے اور یہی اس کا حل ہے خودکشی اس کا حل ہرگز نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگ

تحریر
محمد عثمان فاروقی
(مرکز صوت القرآن چشتیاں)

اس مقام پر چنداں لوگوں کو شمار کرنا مقصود ہے کہ جنہیں اللہ محبوب رکھتا ہے تاکہ ہم بھی ویسا عمل کر کے اللہ کے محبوب بن جائیں۔

احسان کرنے والے:

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [البقرة : ١٩٥]

"بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

نبی رحمت ﷺ کی اتباع کرنے والے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [آل عمران : ٣١]

"کہہ دیجیئے ! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔"

عدل وانصاف کرنے والے:

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ [المائده : ٤٢]

''بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

عادل مسلمان حکمران:

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِساً إِمَامٌ عَادِلٌ))

''اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن سب سے زیادہ محبوب اور مجلس کے لحاظ سے سب سے زیادہ قریب عادل امام ہوگا۔'' مسند أحمد، (١١١٧) إسناده حسن

پڑوسی صبر کرنے والا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو پسند کرتا ہے ان تینوں میں سے ایک یہ ہے۔

((أَلرَّجُلُ يَكُونُ لَهُ الْجَارُ يُؤْذِيهِ جَارُهُ فَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا مَوْتٌ أَوْ طَعْنٌ)) صحيح الجامع الصغير (٣٠٧٤)

''وہ آدمی کہ اس کا پڑوسی اسے ایذا پہنچاتا ہو مگر یہ صبر کرتا ہے، حتیٰ کہ موت یا نیزہ زنی (مراد شہادت) ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دے۔''

دنیا سے بے رغبتی رکھنے والا:

ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اس نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ!

((دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَ أَحَبَّنِيَ النَّاسُ فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيمَا فِيْ أَيْدِ النَّاسِ يُحِبُّوكَ))

''میری ایسے عمل کی طرف راہنمائی کیجئے کہ اگر میں اسے انجام دوں تو اللہ اور لوگ مجھ سے محبت کرنے والے بن جائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی کر (تو) تجھے اللہ

پسند فرمائے گا، اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے تو ان سے بے رغبت ہو جا تو لوگ تجھے چاہنے لگیں گے۔‘‘ صحيح سنن ابن ماجة (٣٣١)

ذکر الٰہی اللہ کا پسندیدہ عمل:

محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَنْ تَمُوْتَ وَ لِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ))

’’اللہ تعالیٰ کو یہ عمل بہت پیارا لگتا ہے کہ تو اس حالت میں وفات پائے کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔‘‘ صحيح الجامع الصغير (١٦٣)

والدین کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا

((أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ))

’’کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ نماز کو وقت پر ادا کرنا، پھر کون سا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((بِرُّ الْوَالِدَيْنِ))

’’والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔‘‘

صحابی رسول فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ پھر اس کے بعد کون سا تو آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

((أَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ))

’’اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔‘‘ بخاری ، الأدب ، باب البر والصلة (٥٩٧)

اللہ تعالیٰ پر ایمان:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

’’اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ بہترین عمل کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ پھر صلہ رحمی رشتہ داریاں جوڑنا، پھر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔‘‘ صحيح الجامع الصغير (١٦٤)

اپریل فول

تاریخی جائزہ لمحہ فکریہ

تحریر.....محمد حسنین شاکر (فاضل جامعہ ھذا)

موسم بہار کی آمد کے ساتھ ہی کچھ خوشی کے تہوار لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتے ہیں بظاہر یہ تہوار انتہائی دلربا اور دیدہ زیب ہوتے ہیں لیکن دراصل اپنے اندر جھوٹ ،فریب ،دھوکہ دہی ،لڑائی اور اللہ کی معصیت اور رسول امن ﷺ کی مخالفت کے ہلاکت خیز گرداب اور تباہ کن طوفان لیے ہوتے ہیں ۔ہمارے معاشرے میں انہیں جشن بہاراں بسنت اور اپریل فول جیسے ناموں سے منعقد کیا جاتا ہے اور پورا معاشرہ ان کے تہواروں کے پس منظر سے بے خبر اور ان کے نتائج سے لاعلم ہیں انہیں اپنی خوشیوں کی آماج گاہ سمجھے ہوئے ہیں۔

اس فریب رنگ و بو کو گلستان سمجھا ہے تو
آہ !اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

زمانہ قدیم سے اقوام دوستی ، ہمسائیگی اور غلبہ جیسے اسباب کی وجہ سے دیگر کمزور اقوام کو اپنا تہذیبی رنگ دیتی آئی ہے ۔کہا جاتا ہے نمرود جب مرا تو اس کی ماں جو کہ اس کی بیوی بھی تھی اپنے بیٹے کے غم اور تلاش میں بیابانوں اور جنگلوں میں ماری ماری پھرتی بالاخر اپنے دل کو یہ تسلی دیتے ہوئے اپنی راجدھانی بابل میں واپس لوٹی لوگوں سے کہنے لگی کہ میرا بیٹا میرا خاوند تحت الثریٰ یعنی زمین کے اندر چلا گیا ہے اور آئندہ بہار میں ایک نئی زندگی لیے واپس آئے گا۔جیسے درخت بہار میں ایک نئی زندگی لیتے ہیں ۔سورج ایک نئے سفر کا آغاز کرتا ہے اس لیے آئندہ بہار میں ایک جشن کا آغاز کیا جائے گا۔

نمرود کی ماں کا نام سیمیر امس تھا نمرود چونکہ بابل شہر کا بانی تھا اس لیے بابلی تہذیب میں اسے ایک دیوتا اور اس کی ماں کو دیوی اور اس جشن کو مذہبی اور ثقافتی تہوار کی حیثیت حاصل ہوئی۔ بعدازاں مختلف جاہلی مشرکانہ تہذیبوں اور معاشروں نے اس تہوار کو اپنایا اور رائج کیا۔ بابل کے بعد آشور، سیمیر امس، عکاد اور اسیر یا جیسے مشرکانہ معاشروں میں سیمیر امس دیوی کو ایستر، ایستارت ،ایستارات، عشتر اور عشتا رتھ جیسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا اور اس خطہ ارض میں یہ جشن مختلف زمانوں میں مختلف نام بدلتا ہوا مشرق میں ہولی، دیوالی جشن بہاراں، بسنت اور نوروز جیسے ناموں اور تہواروں میں تقسیم ہوا۔ قدیم زمانہ میں مصر مشرقی اور مغربی تہذیب کے ملاپ کا مقام تھا۔ یہاں سیمیر امس دیوی کو آئزس پکارا جاتا اور فراعنہ مصر نے بھی اس دیوی کے جشن بہاراں کو پذیرائی بخشی اور رواج دیا۔ اس تہوار نے مصری تہذیب سے یونان و روم کی جانب سفر کیا۔ یونان میں اس دیوی کو ایفروڈائٹ اور روم میں فارچونا کہا جاتا تھا۔ قدیم روم یونان میں سیچرنالیہ اور برومالیہ اسی جشن بہاراں کے مقامی نام تھے۔

۳۲۵ھ میں یونانی فرمانروا قسطنطین اول نے عیسائیت کو تحفظ بخشا اور ریاستی مذہب قرار دیا۔ بعدازاں روم و یونان کا مشرک وملحد معاشرہ موجودہ عیسائیت کا سربراہ و امین ٹھہرا اور اپنے قدیم مشرکانہ افکار و تہوار کو اپنے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جوڑتے ہوئے عیدالیستر کا جواز نکالا۔ عیسائی یورپ میں منائے جانے والے تہوار ایسٹر اور اپریل فول نمرود کی ماں کے اس جشن ہی کی صورتیں ہیں

تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو..!

عیسائیت کو تلوار کے زور سے پھیلانے میں بدنام زمانہ ملکہ ازابیلہ اور اس کا شوہر فرڈینڈ جب مسلمانوں سے سپین کا بیشتر حصہ چھین چکے تھے مگر عروس البلاد غرناطہ ان سے فتح نہ ہو رہا تھا۔ مسلسل محاصرے کے بعد شاہ فرڈینڈ نے اعلان کیا کہ اگر اہل غرناطہ ہمارے لیے شہر کے دروازے کھول دیں تو انہیں ذرہ برابر بھی تکلیف نہ دی جائے گی۔ لیکن جب اس پر یقین کر کے اہل غرناطہ نے دروازے کھول دے تو ان پر ایک خونی طوفان ٹوٹ پڑا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ اس طرح اہل یورپ نے ۱۴۹۲ء کی

یکم اپریل کو اپریل فول منایا۔

[Calender of state papers Spain by G.A.Bergenroth,Vol 1 p 40.43]

یکم اپریل تاریخ اسلام کا دلخراش جھروکہ:

جب سپین میں مسلمانوں کا اقتدار ختم ہوا تو مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مسلمانوں کا قتل عام کیا جانے لگا، عورتوں کی عصمت دری کی جانے لگی اس دور میں ایک مشہور مسلم امیر البحر خیر الدین باربروسہ کا بہت چرچہ تھا اسے سمندری شہنشاہ کہا جاتا تھا۔اس نے مسلمانان سپین کو اس صورت حال سے بچانے کے لیے منصوبہ بندی کی اور منظّم طریقے سے مسلمانان اندلس کو بحری راستے سے افریقہ پہنچانا شروع کردیا۔اسی دوران ایک عیسائی جہاز ران نے مسلمانوں کو یہ پیشکش کی کہ اگروہ سمندر پار جانا چاہیں تو ان کے لیے اس کے جہاز تیار ہیں ۔جب یہ جہاز مسلمانوں کو لے کر گہرے سمندر میں پہنچے تو ان ملاحوں نے ان جہازوں کے پیندوں میں سوراخ کردیے اور خود جان بچا کر فرار ہو گئے۔ساحل پر کھڑے لوگ یہ تماشہ دیکھتے رہے۔اس دن یکم اپریل تھی تب سے اب تک یہ لوگ اپنی اس گھناؤنی سازش پر خوشی مناتے ہیں اور لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔

[ReNJAINDER TO CALOMBUS AND AMRICA BY M ABDULLAH FROM NEWS BANGLADESH 15-08-2008]

برصغیر میں پہلا اپریل فول

برصغیر میں پہلی بار اپریل فول انگریزوں نے بہادر شاہ ظفر سے منایا۔جب وہ رنگون جیل میں تھے انگریزوں نے صبح کے وقت بہادر شاہ ظفر سے کہا کہ یہ لو تمہارا ناشتہ آ گیا ہے جب بہادر شاہ ظفر نے پلیٹ سے کپڑا اٹھایا تو پلیٹ میں اس کے بیٹے کا کٹا ہوا سر تھا۔جس سے بہادر شاہ ظفر کو سخت صدمہ پہنچا جس پر فرنگیوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا۔بحوالہ اپریل فول از عبدالوارث ساجد (ص ۳۱/)

کیا یہی انداز مسلمانی ہے..؟

ان حیران کن تاریخی شواہد کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ان فرامین کا بھی مطالعہ کیجئے جن میں غیر مسلموں کے طرز عمل سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے۔خواہ اسکا تعلق کسی بھی شعبہ زندگی

ہی سے کیوں نہ ہو۔خواہش تو تھی کہ ان تمام مقامات کا تفصیلی تذکرہ کیا جاتا لیکن طوالت مضمون کے سبب انہیں قلمزد کیا جاتا ہے اور ''مشتے نمونہ ازخروارے'' پیش کیا جاتا ہے۔فرمان الٰہی ہے۔

﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

''اوران لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جونہیں جانتے۔'' (الجاثیه :۱۸)

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ﴾

''اگرآپ نے اس کے علم کے باوجود جوآپ کے پاس آچکا ہے لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلے میں آپ کا کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی آپ کو اس کی پکڑ سے چھڑا سکے گا۔'' (الرعد۳۶، ۳۷)

﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾

''یہ یہودی اور عیسائی آپ سے اس وقت تک ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے طریقے پر نہ چلیں آپ ان سے صاف صاف کہہ دیں کہ ہدایت اور صحیح راستہ وہ ہی ہے جو اللہ کا بتایا ہوا ہے اگر اللہ کی طرف سے علم آجانے کے بعد بھی آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلے میں آپ کا کوئی اور مددگار نہ ہوگا۔'' (البقرة:۱۲۰)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((من تشبه بقوم فهو منهم))

''جوشخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔'' مسنداحمد:۲/ ۵۰)

اور ایک فرمان رسول ہے:

((خالفوا المشركين)) ''مشرکین کی مخالفت کرو'' بخاری:(۵۸۹۶)

کفار کی مشابہت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کے علاوہ اس تہوار کے انعقاد کے لیے

جھوٹ ،دھوکہ ،لوگوں کوتنگ کرنا،غیبت اور بہتان جیسے گناہوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ایسے معاشرتی ناسور ہیں کہ ہرسلیم الفطرت شخص پران کی برائی عیاں ہے اس لیے ہمیں ایسے تہواروں سے ناصرف اجتناب کرنا چاہیے بلکہ ہرممکن حدتک ان کی مخالفت کرنا ہوگی اور یہی ایمان کالازمہ ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ ہمیں قرآن وسنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اورحسن خاتمہ نصیب فرمائے۔آمین!

غسل جنابت کا طریقہ

(محمد قاسم گجر)

جماع اوراحتلام کی صورت میں غسل فرض ہوجاتا ہے، نیزغسل جلد کرنے کی تلقین ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اورحضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں جوروایات مروی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوکر بائیں ہاتھ سے گندگی وغیرہ صاف کریں اوراستنجاء کریں۔مٹی یاصابن وغیرہ سے اپنے ہاتھ پاک کریں۔پھروضوکریں مگرپاؤں نہ دھوئیں۔پھراپنی انگلیوں کوترکرکے سرکے بالوں کاخلال کریں اوربعدمیں تین چلوبھرکرسر پر پانی ڈالیں اوربالوں میں انگلیاں ڈال کراچھی طرح ملیں تاکہ بالوں کے نیچے جلدتر ہوجائے۔تین چلواس طرح ڈالیں کہ پہلے دائیں طرف پھربائیں طرف اورپھردرمیان میں ۔پھرسارابدن دھولیں۔غسل والی جگہ سے ایک طرف ہوکرپاؤں دھولیں نیزاگرآپ مکمل وضوءکرلیں یعنی پاؤں بھی پہلے ہی دھو لیں تب بھی درست ہے۔ [بخاری،الغسل(۲٤۸)(۲٥۷)ومسلم، الحیض(۳۳۰)]

آخرت سے جاہل اور دنیا کا علم رکھنے والا انسان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُبْغِضُ كُلَّ عَالِمٍ بِالدُّنْيَا، جَاهِلًا بِالآخِرَةِ))

’’بے شک اللہ تعالیٰ ہر دنیا کا علم رکھنے والے اورآخرت سے جاہل انسان سے نفرت رکھتا ہے۔‘‘ صحيح الجامع الصغير (١٨٧٩)

انتخاب:محمد طیب منشاوی(درجہ اولیٰ)

خواتین اسلام کو چند نصیحتیں

تحریر...... ابوعبدالرحمٰن حاصل پوری

ہم اس مقام پر اپنی مسلمان بہنوں کو نصیحتیں کریں گے کہ جب اسلام نے انہیں اس قدر نعمتوں سے نوازا کہ گھر کی نوکرانی سے اٹھا کر گھر کی مالکن بنایا ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے روپ میں اسے عزت دے اب اسے چاہیے کہ اپنی زندگی صرف اور سرف اسلام کے نام وقف کر کے اسی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارے۔ اسلام کے ہاں بہترین خواتین کونسی ہیں اس سلسلہ میں چند ایک باتیں ملاحظہ کریں۔

اے خاتون بہترین بیوی بن!

شریعت اسلامی نے بہترین اور افضل ترین عورت اس کو قرار دیا ہے جو دین پر کاربند ہو' اپنے حقیقی مالک اللہ اور مجازی خدا' خاوند کی اطاعت گزار ہو' خوبصورت ہو' حسب ونسب والی ہو اور اخروی معاملات میں اپنے شوہر کی مددگار ہو نیز خانگی معاملات کی ماہر ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:

((أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ))

''کون سی عورت سب سے بہتر ہے..؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایسی عورت کہ جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے جب وہ اسے کسی کام کا حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے' اس کی جان و مال کے حوالے سے اس کا شوہر جس

چیز کو ناپسند کرتا ہو اس میں اس کی مخالفت نہ کرے۔''

سنن نسائی، النکاح (۳۲۳۱) وصحیح الجامع الصغیر (۳۲۹۸)

خاوند ہی تیری جنت و جہنم ہے

خاوند کی نافرمانی عورت کے عیبوں میں سے ایک عیب ہے' حصول جنت کے دوسرے اسباب میں سے ایک سبب خاوند کی فرمانبرداری بھی ہے' اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے سیدنا حصین بن محصن رضی اللہ عنہ کی پھوپھی کو فرمایا تھا کہ:

''یہ جائزہ لے کہ تو اپنے خاوند کے حق میں کیسی ہے؟ کیونکہ یقیناً وہی تیری جنت اور جہنم ہے۔''

مسند أحمد (٤/ ٣٤١) وصححه الحاكم (٢/ ١٨٩)

لہٰذا جس طرح نیک لوگ حصول جنت کے مختلف اسباب کی تکمیل کے لیے محنت کرتے ہیں' اسی طرح خواتین کو بھی دیگر تمام اسباب کے ساتھ ساتھ خاوند کی اطاعت کر کے حصول جنت کو یقینی بنانے کی کوشش کریں۔

جنتی خاتون

ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (جو خاتون چار کام کرے وہ بہترین جنتی خاتون ہے)

اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا — جو عورت پانچ نمازیں ادا کرے۔

وَصَامَتْ شَهْرَهَا — رمضان کے روزے رکھے۔

وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا — اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے۔

وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا — اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔

قِيْلَ ادْخُلِيْ مِنْ أَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةَ شِئْتِ

''اسے روز قیامت کہا جائے گا جنت کے (آٹھوں) دروازوں میں سے جس سے چاہتی ہے داخل ہو جا۔''

ابن حبان(٤١٦٣)وآداب الزفاف للالبانی (ص/ ٢٨٦)حدیث حسن

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ:

''ہر آدمی کو شکر گزار دل' ذکر کرنے والی زبان اور امور آخرت پر مددگار مومنہ بیوی تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

صحیح ابن ماجه، النکاح، باب افضل النساء(١٥٠٥)والصحیحة (٢١٧٦)

جہنم کی آگ سے بچاؤ اختیار کر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

میں عید کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں حاضر تھا آپ ﷺ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھائی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے پھر (خطبہ دیتے ہوئے) خوف خدا اور تقویٰ کا حکم دیا اللہ کی اطاعت کی تلقین فرمائی لوگوں کو نصیحت کی اور انہیں یاد دلایا پھر اٹھے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے انہیں بھی نصیحت کی اور یاد دلایا۔ پھر فرمایا عورتو! زیادہ سے زیادہ خیرات کرو۔ کیوں کہ جہنم کا زیادہ تر ایندھن عورتیں ہیں تب ایک عورت کھڑی ہوئی جو عورتوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی اس کے رخسار کی رنگت بدلی ہوئی اور سیاہ تھی۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کیوں..؟ فرمایا: ''کیونکہ تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔''

تب عورتوں نے اپنے زیور اتار اتار کر صدقہ کرنا شروع کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ بخاری، الحیض، باب ترك الحائض الصوم (٣٠٤)ومسلم(٧٩)

نا جانے کتنی بدقسمت خواتین ہیں جو اپنے خاوند کی ناشکری اور اس کے ساتھ اپنی بدسلوکی' ان کے بارے میں بے سروپا باتیں اور ان کے حقوق تلف کر کے اپنے لیے جہنم کا سامان کر گئی ہیں۔ اور سعادت مند اور خوش بخت وہ خواتین ہیں جو ارشادات نبوی ﷺ کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر خاوندوں کا دل جیت کر اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کی مستحق ٹھہریں۔

اخبار جامعہ

تحریر......محمد یحییٰ طاہر (مسؤل مکتب جامعہ ھذا)

۱۔ جامعہ میں الدکتور محمد بن عبدالعزیز العواجی حفظہ اللہ کی آمد

الدکتور محمد بن عبدالعزیز العواجی جو کہ مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب میں پروفیسر اور خطیب مدینہ کے نام سے معروف ہیں جامعہ ھذا کے رئیس الجامعہ حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ کی دعوت پر جامعہ ھذا میں تشریف لائے، اس موقع پر مختصر سا پروگرام ہوا جس میں استقبالیہ کلمات کے ساتھ حافظ شاھد محمود حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے جامعہ ھذا کا مختصر تعارف شیخ کے سامنے پیش کیا بعد ازیں شیخ محمد بن عبدالعزیز العواجی حفظہ اللہ نے چند منٹ نبوی زبان عربی میں طلباء سے خطاب فرمایا جس کا ترجمہ مولانا حافظ مسعود اظہر حفظہ اللہ جو کہ فضلیۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرشید رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند ہیں نے کیا، جس میں شیخ نے چند نصیحتیں فرمائیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

حمد وثناء کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کی ملاقات سے بہت خوش ہوا ہوں اور اس پر اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

خصوصا طلباء کو مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ علم کو خوب محنت کر کے حاصل کرو اور پھر اس پر عمل بھی کرو کیونکہ عمل کے ساتھ علم مزید پختہ ہوتا ہے۔

نیز فرمایا کہ آج تمہارے پاس وقت ہے اپنے شیوخ اور اساتذہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کل آپ کے پاس وقت اور فراغت نہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کل یہ اساتذہ آپ کے پاس نہ رہیں اور آپ اس نعمت سے محروم ہو جائیں۔

پھر فرمانے لگے میں آپ سب کو تقوی کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ اس کے بغیر کسی عمل کی قبولیت نہیں ہے

شیخ نے آخر میں تمام طلباء،اساتذہ،سب کے والدین اور ملک وقوم کے لیے اللہ کے حضور رحمت وبرکت کی دعا فرمائی۔

اس کے بعد اسٹیج پر رئیس الجامعہ کو مدعو کیا گیا انہوں نے پہلے عرب مہمان اور پھر تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا،اختتامی کلمات پروفیسر حافظ محمد سعید کلیروی حفظہ اللہ نے ادا کئے اور مجلس کا اختتام ہوا۔

۲۔طلباء سیمنار

جامعہ اسلامیہ سلفیہ(مسجد مکرم)کے تمام شعبوں(شعبہ درس نظامی،شعبہ تحفیظ القرآن اور شعبہ تجوید القرآن)سے سند فارغت حاصل کرنے والے طلباء کا تربیتی اور اصلاحی پروگرام 7اپریل 2013ء بروز اتوار کو منعقد کیا گیا ہے،جس میں پاکستان کے عظیم مذہبی سکالراور وفاق المدارس فیصل آباد کے شیوخ اور ذمہ داران بھی شرکت کے لیے تشریف لائیں گے۔نیز اس پروگرام میں گوجرانوالہ اور گردونواح کے تمام دینی مدارس شرکت کریں گے۔

مزید تفصیلات کے لیے جامعہ ھذا کے فارغ شدہ طلباء جلد ان نمبروں پر رابطہ کریں۔

0321-7202700/0301-6131916/0300-7407150/0334-4401282

۳۔جامعہ کا اعزاز

جامعہ ھذا کی پہلی کلاس کا طالب علم عبداللہ ریاض نے جامعہ فاروقیہ اہل سنت والجماعت ڈسکہ میں منعقد ہونے والے حسن قراءت کے مقابلہ مین حصہ لیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔

الحمد لله على ذالك

۴۔دعائے مغفرت

جامعہ ھذا کا سابقہ طالب علم شیخ محمد بلال بن محمد ساجد 13-3-9 بروز ہفتہ مختصر علالت کے بعد انتقال کر گیا جس کا نماز جنازہ ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ آف اسلام آباد نے جامعہ ھذا مسجد مکرم میں بروز اتوار بعد از نماز عصر پڑھائی،جس میں ان کے تمام اعزواقارب اور تمام اساتذہ وطلباء نے رقت آمیز لہجہ میں محمد بلال کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کیں۔ اللهم اغفر له وارحمه

نماز میں سلام کا جواب

(محمد طیب ناز گوجرانوالہ)

بعض لوگوں نے اسلام کی اس دی ہوئی رخصت کا خوب مذاق اڑایا اور اسے ترک کرنے کی خوب تلقین بھی کی جب کہ اللہ ہمیں کوئی نیکی کمانے کا موقع دیتا ہے تو اس سے کسی کا کیا جاتا ہے۔ آیئے حدیث پڑھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ دوران نماز جب لوگ آپ ﷺ کو سلام کرتے تو آپ ﷺ انہیں کیسے جواب دیتے تو انہوں نے کہا:

((يَقُوْلُ هٰكَذَا وَبَسَطَ كَفَّهُ))

''اس طرح کرتے اور اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔''

ابوداؤد، الصلاة، باب رد السلام فی الصلاة (٩٢٧) والترمذی (٣٦٦) صحیح

یعنی دوران نماز جس حالت میں بھی ہو ہاتھ کو ہلکا سا اٹھا کر رکھ لے یہی اسلام کا جواب ہے۔

مولانا اسحٰق گوہڑوی رحمہ اللہ رحلت فرما گئے

نوشہرہ ورکاں کی معروف شخصیت حضرت مولانا محمد اسحاق گوہڑوی خطیب جامع مسجد محمدیہ اہل حدیث نوشہرہ ورکاں تقریبا نصف صدی دین حنیف کی خدمت وتبلیغ انتہائی مؤثر اور دلنشین طریقے سے انجام دیتے رہے نوشہرہ ورکاں میں اہل حدیث کی بنیاد تھے۔ پہلی مسجد بھی انہوں نے ہی بنوائی تھی۔ مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اپنے اس مرکز کو آخری دم تک نہیں چھوڑا۔ بہت سی مساجد تعمیر کروائیں اور لڑکیوں کا مدرسہ شروع کیا جس میں وہ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث پڑھاتے تھے۔ دوران خطابت بڑی بڑی آفریں آئیں جس میں کوٹھی، گاڑی اور اچھی خاصی تنخواہ شامل تھی لیکن جواب ایک ہی تھا کہ میں اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس ولی کامل کی حسنات کو قبول فرمائے، سیئات سے درگزر فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!